ماہنامہ
# جہد حق

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

HRCP

Registered No. CPL-13 (قیمت 10 روپے) جلد نمبر 29 ...... شمارہ نمبر 01 ...... جنوری 2022

## مذہبی جنونیت کی آگ - جس کا ایندھن انسان ہیں

# انسانی حقوق کا عالمی منشور

10 دسمبر 1948ء کو اقوام عالم نے انسانی حقوق کا مندرجہ ذیل عالمی منشور منظور کیا

| | |
|---|---|
| دفعہ - 1 | تمام انسان آزاد اور حقوق و عزت کے اعتبار سے برابر پیدا ہوئے ہیں۔ انھیں ضمیر اور عقل ودیعت ہوئی ہے۔ انہیں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے کا سلوک کرنا چاہیے۔ |
| دفعہ -2 | ہر شخص ان تمام آزادیوں اور حقوق کا مستحق ہے جو اس اعلان میں بیان کیے گئے ہیں اور اس حق پر نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب اور سیاسی تفریق کا یا کسی قسم کے عقیدے، قومیت، معاشرے، دولت یا خاندانی حیثیت وغیرہ کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔<br>اس کے علاوہ کسی بھی شخص کے ساتھ اس کے علاقے یا ملک کی، سیاسی، عملی یا بین الاقوامی حیثیت کی بناء پر کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا، خواہ وہ ملک یا علاقہ آزاد ہو یا تولیتی ہو یا غیر مختار ہو یا اقدار اعلٰی کے لحاظ سے کسی اور بندش کا پابند ہو۔ |
| دفعہ - 3 | ہر شخص کو اپنی آزادی، زندگی اور تحفظ کا حق ہے۔ |
| دفعہ - 4 | کوئی شخص، غلام یا لونڈی بنا کر نہ رکھا جا سکے گا۔ غلامی اور بردہ فروشی، چاہے اس کی کوئی بھی شکل ہو، ممنوع ہوگی۔ |
| دفعہ - 5 | کسی شخص کو جسمانی اذیت، یا ظالمانہ انسانیت سوز، یا ذلت آمیز سزا نہیں دی جائے گی۔ |
| دفعہ - 6 | ہر شخص کا حق ہے کہ ہر جگہ اس کی قانونی حیثیت کو تسلیم کیا جائے۔ |
| دفعہ - 7 | قانون کی نظر میں سب برابر ہیں اور سب بغیر کسی تفریق کے قانون کے اندر امان پانے کے برابر کے حق دار ہیں۔ اس اعلان کی خلاف ورزی میں جو بھی تفریق کی جائے یا جس تفریق کی بھی ترغیب دی جائے، اس سے بچاؤ کے سب برابر کے حقدار ہیں۔ |
| دفعہ - 8 | ہر شخص کو ان فعال کے خلاف جو دستور یا قانون میں دیے ہوئے بنیادی حقوق کی نفی کرتے ہوں، با اختیار قومی عدالتوں سے موئثر طریقے سے چارہ جوئی کرنے کا حق ہے۔ |
| دفعہ - 9 | کسی شخص کو من مانے طور پر گرفتار، نظر بند، یا جلاوطن نہیں کیا جائے گا۔ |
| دفعہ - 10 | ہر شخص کو یکساں طور پر حق حاصل ہے کہ اس کے حقوق و فرائض کے تعین یا اس کے خلاف کسی عائد کردہ جرم کے فیصلے کے بارے میں اسے ایک آزاد اور غیر جانب دار عدالت میں کھلی اور منصفانہ سماعت کا موقع ملے۔ |
| دفعہ - 11 | (1) ایسے ہر شخص کو جس پر کوئی فوجداری الزام عاید کیا جائے، اس وقت تک بے گناہ شمار کیے جانے کا حق ہے جب تک کہ اس پر کھلی عدالت میں قانون کے مطابق جرم ثابت نہ ہو جائے اور اسے اپنی صفائی پیش کرنے کا پورا موقع اور تمام ضمانتیں نہ دی جا سکی ہوں۔<br>(2) کسی شخص کو کسی ایسے فعل یا فروگزاشت کی بناء پر جو ارتکاب کے وقت قومی یا بین الاقوامی قانون کے اندر تعزیری جرم شمار نہیں کیا جاتا تھا، کسی تعزیری جرم میں ماخوذ نہیں کیا جائے گا، اور نہ ہی اسے کوئی ایسی سزا دی جائے گی جو جرم کے ارتکاب کے وقت کی مقرر کردہ سزا سے زائد ہو۔ |
| دفعہ - 12 | کسی شخص کی نجی زندگی، خانگی زندگی، گھر بار، خط و کتابت میں من مانے طریقے پر مداخلت نہ کی جائے اور نہ ہی اس کی عزت اور نیک نامی پر حملے کیے جائیں گے۔ ہر شخص کو ایسے حملے یا مداخلت سے قانونی تحفظ کا حق ہے۔ |
| دفعہ - 13 | (1) ہر شخص کو اپنی ریاست کی حدود کے اندر نقل و حرکت کرنے اور کہیں بھی سکونت اختیار کرنے کی آزادی کا حق ہے۔<br>(2) ہر شخص کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ کسی ملک سے چلا جائے چاہے یہ ملک اس کا اپنا ہو اور اسی طرح اسے اپنے ملک میں واپس آ جانے کا بھی حق ہے۔ |
| دفعہ - 14 | (1) ہر شخص کو عقیدے کی بنا پر ایذا رسانی سے بچنے کے لیے دوسرے ملکوں میں پناہ حاصل کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے۔<br>(2) یہ حق ان عدالتی کاروائیوں سے بچنے کے لیے استعمال میں نہیں کیا جا سکتا جو خالصتاً غیر سیاسی جرائم یا ایسے افعال کی وجہ سے عمل میں آتی ہیں جو اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف ہیں۔ |
| دفعہ - 15 | (1) ہر شخص کو قومیت کا حق ہے۔<br>(2) کوئی شخص محض من مانے طور پر قومیت سے محروم نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کو اپنی قومیت تبدیل کرنے کا حق دینے سے انکار کیا جائے گا۔ |
| دفعہ - 16 | (1) بالغ مردوں اور عورتوں کو بغیر ایسی پابندی کے جو نسل، قومیت، یا مذہب کی بنا پر لگائی جائے شادی بیاہ کرنے اور گھر بسانے کا حق ہے۔ مردوں اور عورتوں کو نکاح، ازواجی زندگی اور نکاح کو فسخ کرنے کے معاملے میں برابر کے حقوق حاصل ہیں۔<br>(2) نکاح فریقین کی پوری آزادی اور رضامندی سے ہوگا۔<br>(3) خاندان، معاشرے کی فطری اور بنیادی اکائی ہے اور وہ معاشرے اور ریاست دونوں کی طرف سے حفاظت کا حقدار ہے۔ |
| دفعہ - 17 | (1) ہر انسان کو تنہا یا دوسروں سے مل کر جائیداد رکھنے کا حق ہے۔<br>(2) کسی شخص کو زبردستی اس کی جائیداد سے محروم نہیں کیا جائے گا۔ |
| دفعہ - 18 | ہر انسان کو آزادی فکر، آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کا پورا حق ہے۔ اس حق میں مذہب اور عقیدے کو تبدیل کرنے اور اجتمائی یا انفرادی طور پر خاموشی یا کھلے بندوں اپنے عقیدے کی تبلیغ، اس پر عمل، اور اس کی عبادات اور رسومات پوری کرنے کی آزادی بھی شامل ہے۔ |
| دفعہ - 19 | ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے اور اظہار رائے کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں یہ امر بھی شامل ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اور بلا کسی قسم کی مداخلت کے اپنی رائے پر قائم رہے اور جس ذریعے سے چاہے اور ملکی سرحدوں کے حائل ہوئے بغیر معلومات اور خیالات کا حصول اور ان کی ترسیل کرے۔ |
| دفعہ - 20 | (1) ہر شخص کو پر امن طریقے سے ملنے جلنے اور انجمنیں قائم کرنے کی آزادی کا حق ہے۔<br>(2) کسی شخص کو کسی انجمن میں شامل ہونے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ |
| دفعہ - 21 | (ا) ہر شخص کو اپنے ملک کی حکومت میں براہ راست یا آزادانہ طور پر منتخب کیے ہوئے نمائندوں کے ذریعے حصہ لینے کا حق ہے۔<br>(2) ہر شخص کو اپنے ملک میں سرکاری ملازمت حاصل کرنے کا برابر کا حق ہے۔<br>(3) عوام کی مرضی حکومت کے اقتدار کی بنیاد ہوگی۔ یہ مرضی وقتاً فوقتاً ایسے حقیقی انتخابات کے ذریعے ظاہر کی جائے گی جو عام اور مساوی رائے دہندگی کی بنیاد پر ہوں گے اور جو خفیہ ووٹ یا اس کے مماثل کسی دوسرے آزادانہ طریقہ رائے دہندگی کے مطابق عمل میں آئیں گے۔ |
| دفعہ - 22 | معاشرے کے رکن کی حیثیت سے ہر شخص کو معاشرتی تحفظ کا حق حاصل ہے اور یہ حق بھی وہ ملک کے نظام اور وسائل کے مطابق قومی کوشش اور بین الاقوامی تعاون سے ایسے اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی حقوق کو عملاً حاصل کرے، جو اس کی عزت اور شخصیت کی آزادانہ نشوونما کے لیے لازم ہیں۔ |
| دفعہ - 23 | (1) ہر شخص کو کام کاج، روزگار کے آزادانہ انتخاب، کام کاج کی مناسب و معقول شرائط اور بے روزگاری کے خلاف تحفظ کا حق ہے۔<br>(2) ہر شخص کو کسی تفریق کے بغیر مساوی کام کے لیے مساوی معاوضے کا حق ہے۔<br>(3) ہر شخص جو کام کرتا ہے وہ ایسے مناسب و معقول مشاہرے کا حق رکھتا ہے جو خود اس کے اور اس کے اہل و عیال کے لیے باعزت زندگی کا ضامن ہو اور جس میں اگر ضروری ہو تو معاشرتی تحفظ کے دوسرے ذریعوں سے اضافہ کیا جا سکے۔<br>(4) ہر شخص کو اپنے مفاد کے بچاؤ کے لیے تجارتی انجمنیں، (ٹریڈ یونین) قائم کرنے اور اس میں شریک ہونے کا حق حاصل ہے۔ |
| دفعہ - 24 | ہر شخص کو آرام اور فرصت کا حق ہے جس میں کام کے گھنٹوں کی حد بندی اور تنخواہ کے ساتھ مقررہ وقفوں پر تعطیلات میں شامل ہیں۔ |
| دفعہ - 25 | (1) ہر شخص کو اپنی اور اپنے اہل و عیال کی صحت اور فلاح و بہبود کے لیے مناسب معیار زندگی کا حق ہے جس میں خوراک، پوشاک، مکان اور علاج کی سہولتیں اور دوسری ضروری معاشرتی مراعات، اور بیروزگاری، بیماری، معذوری، بیوگی، بڑھاپا اور ان حالات میں روزگار سے محرومی جو اس کے قبضہء قدرت سے باہر ہوں، کے خلاف تحفظ کا حق شامل ہے۔<br>(2) زچہ اور بچہ خاص توجہ اور امداد کے حق دار ہیں۔ تمام بچے خواہ وہ شادی کے بغیر پیدا ہوئے ہوں یا شادی کے بعد، معاشرتی تحفظ سے یکساں طور پر مستفید ہوں گے۔ |
| دفعہ - 26 | (1) ہر شخص کو تعلیم کا حق ہے۔ تعلیم کم سے کم ابتدائی اور بنیادی درجوں میں مفت ہوگی۔ ابتدائی تعلیم لازمی ہوگی۔ فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم حاصل کرنے کا عام انتظام کیا جائے گا اور لیاقت کی بنا پر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا سب کے لیے مساوی طور پر ممکن ہوگا۔<br>(2) تعلیم کا مقصد انسانی شخصیت کی پوری نشوونما ہوگا اور وہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام میں اضافہ کرنے کا ذریعہ ہوگی۔ وہ تمام قوموں اور نسلی یا مذہبی گروہوں کے درمیان باہمی مفاہمت، رواداری اور دوستی کو ترقی دے گی اور امن کو برقرار رکھنے کے لیے اقوام متحدہ کی سرگرمیوں کو آگے بڑھائے گی۔<br>(3) والدین کو اس بات کے تصفیہ کا اولین حق ہے کہ ان کے بچوں کو کس قسم کی تعلیم دی جائے گی۔ |
| دفعہ - 27 | (1) ہر شخص کو قوم کی ثقافتی زندگی میں آزادانہ حصہ لینے، فنون لطیفہ سے مستفید ہونے اور سائنس کی ترقی اور اس کے فوائد میں شرکت کا حق حاصل ہے۔<br>(2) ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ اس کے ان اخلاقی اور مادی مفادات کا تحفظ کیا جائے جو اسے ایسی سائنسی، فنی یا ادبی تصنیف سے، جس کا وہ مصنف ہے، حاصل ہوتے ہیں |
| دفعہ - 28 | ہر شخص ایسے معاشرتی اور بین الاقوامی نظام کا حقدار ہے جس میں وہ تمام آزادیاں اور حقوق حاصل ہو سکیں جو اس اعلان میں شامل ہیں۔ |
| دفعہ - 29 | (1) ہر شخص پر معاشرے کے حق ہیں کیونکہ معاشرے میں رہ کر اس کی شخصیت کی آزادانہ اور پوری نشوونما ممکن ہے۔<br>(2) اپنی آزادیوں اور حقوق سے فائدہ اٹھانے میں ہر شخص صرف ایسی حدود کا پابند ہوگا جو دوسروں کی آزادیوں اور حقوق کو تسلیم کرانے اور ان کا احترام کرانے کی غرض سے اور ایک جمہوری نظام میں اخلاق، امن عامہ اور عام فلاح و بہبود کے مناسب لوازمات کو پورا کرنے کے لیے قانون کی طرف سے عائد کی گئی ہوں۔<br>(3) یہ حقوق اور آزادیاں کسی حالت میں بھی اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف عمل میں نہیں لائی جا سکتیں۔ |
| دفعہ - 30 | اس اعلان کی کسی چیز سے کوئی ایسی بات مراد نہیں لی جا سکتی جس سے کسی ملک، گروہ یا شخص کو کسی ایسی سرگرمی میں مصروف ہونے یا کسی ایسے کام کو انجام دینے کا حق پیدا ہو جس کا منشا ان حقوق اور آزادیوں کی نفی ہو جو یہاں پیش کی گئی ہیں۔ |

# فہرست


| | |
|---|---|
| عقل کی عملداری کے لیے | 03 |
| ایک توجہ طلب معاملہ | 04 |
| سری لنکن شہری کے اہل خانہ پاکستان سے انصاف کے خواہاں ہیں | 05 |
| دہشت گردی کا عذاب | 07 |
| شفاف سماج کی تشکیل، معاشی ناہمواریوں کا خاتمہ | 08 |
| انسانی حقوق کا عالمی دن | 10 |
| انسانی حقوق کے کارکن ادریس خٹک کو فوجی عدالت سے 14 برس قید کی سزا | 12 |
| بلوچستان کے ماہی گیروں کی فریاد | 13 |
| تصویری مضمون کا مقابلہ | 14 |
| سالنامہ: عوام کے لیے معاشی لحاظ سے ایک اور مشکل سال | 17 |
| سانحہ آرمی اسکول کے شہداء کی یاد میں تقریب | 19 |


# عقل کی عملداری کے لیے

غازی صلاح الدین

ہم نے سیالکوٹ سانحہ پر علمائے کرام کے پُر جوش ردِعمل کا مشاہدہ کیا ہے جس میں امن اور رواداری کی مقدس اقدار پر زور دیا گیا۔ منگل کے روز چند سرکردہ مذہبی رہنماؤں اور علماء کا ایک متاثر کن اجتماع ہوا جب انہوں نے اسلام آباد میں سری لنکا کے ہائی کمیشن کا دورہ کیا۔ مشترکہ اعلامیہ میں اس بات پر زور دیا گیا کہ اسلام میں انتہا پسندی اور تشدد کی کوئی جگہ نہیں ہے۔

تمام نیوز چینلز نے ان کارروائیوں کو براہ راست نشر کیا جو کافی وقت تک جاری رہیں۔ پرینتھا کمارا پر بلوائی حملے اور ان کے پر تشدد قتل ہجومی تشدد میں حصہ لینے والوں کے خلاف سخت کارروائی کرنے کے حکومتی عزم کی تائید کے لیے مختلف مکاتب فکر کے علما کو فعال کرنے کا ایک سوچا سمجھا منصوبہ ظاہر ہوتا ہے۔ وزیر اعظم عمران خان نے اعلان کیا کہ ''جب تک زندہ ہوں ایسے واقعات نہیں ہونے دوں گا''۔

بہت اچھی بات ہے، لیکن حکومت نے سماجی سائنسدانوں، تاریخ دانوں، نفسیاتی ماہرین، ادیبوں، شاعروں، جرائم کے ماہرین اور ماہرین تعلیم کی رائے اور مداخلت کیوں نہیں طلب کی تاکہ یہ سمجھنے کی کوشش کی جا سکے کہ پاکستان میں اس قسم کی پر تشدد انتہا پسندی کیوں پروان چڑھی ہے؟ اور ہم سماجی تجدید کی ایک جامع حکمت عملی کے ساتھ اس سے کیسے نبٹ سکتے ہیں؟

بظاہر لگتا ہے کہ ہمارے حکمران عقل کی آواز پر کان نہیں دھرتے اور وہ یہ سمجھنے کو تیار ہی نہیں کہ معاشرے کیسے بدلتے اور بڑھتے ہیں۔ ان میں ایسے افکار کے ادراک کی لیاقت خوفناک حد تک کم ہے جو انسانی رویے کو بناتے اور چلاتے ہیں۔ اسی طرح سے پاکستانی معاشرہ پر تشدد انتہا پسندی اور عدم برداشت کی اتھاہ گہرائیوں میں اتر چکا ہے۔ توہینِ رسالت کا مسئلہ ہماری اخلاقی اور فکری محرومیوں کی صرف ایک جہت ہے، اگرچہ یہ اس لحاظ سے غالب ہے کہ یہ کس طرح سے لوگوں کے جذبات کو ہوا دیتا ہے۔

بلاشبہ ہمیں سیالکوٹ کے ظلم نے بہت بری طرح جھنجوڑا ہے جس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ مقتول ایک غیر ملکی تھا اور اس واقعے کے دنیا میں ہمارے تشخص پر سنگین اثرات مرتب ہوئے اور اس سے دوسرے ممالک کے ساتھ ہمارے معاشی تعلقات متاثر ہو سکتے ہیں۔ دیکھئے وزیر اعظم کس قدر زور کے ساتھ اس مہم کی قیادت کر رہے ہیں تاکہ اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ اسلام کے نام پر اس طرح کے قتل کا اعادہ نہ ہو۔

منگل کو وزیر اعظم کے دفتر میں سری لنکن شہری کے لیے ایک تعزیتی ریفرنس کا انعقاد کیا گیا جس میں عمران خان نے موجودہ ملکی صورتحال کے بارے میں کچھ واضح آراء کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہماری معاشرتی اقدار اس حد تک انحطاط پذیر ہو چکی ہیں کہ اگر کسی پر توہین مذہب کا الزام لگا تو ہر کوئی اس بات کی تحقیقات کرنے سے گریزاں نظر آتا ہے کہ اصل میں ہوا کیا تھا۔ ''ہر کوئی اس سے ڈرتا ہے۔ درحقیقت وکلاء آگے نہیں آتے اور جج بھی مقدمات سننے سے انکار کر دیتے ہیں''، اطلاعات کے مطابق انہوں نے کہا۔

یہ جزوی طور پر پریانتھا کمارا کے ایک ساتھی کے اعزاز کے لیے ایک تمہید تھی جس نے اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر ہجوم کا مقابلہ کرنے کی ہمت کا مظاہرہ کیا۔ ریفرنس میں عدنان ملک کو تعریفی سند دی گئی اور انہیں تمغہ شجاعت سے نوازا جائے گا۔ تاہم، یہ سچ ہے کہ عام طور پر وکلاء اور ججز خوف اور دہشت کے موجودہ ماحول میں توہین مذہب کے ملزم کا مقدمہ لینے سے ڈرتے ہیں۔

آہ، لیکن اس ضمن میں مستثنیات ہیں اور یہ جان کر آدمی کا دل ٹوٹ جاتا ہے کہ پُرتشدد مذہبی انتہا پسندی کے متاثرین کے دفاع میں کچھ بہادرانہ اقدامات کو عام طور پر تسلیم نہیں کیا جاتا۔ اس کے برعکس، حکمران افسر شاہی انسانی حقوق کے محافظوں کو اپنا مخالف سمجھتی ہے اور یہاں تک کہ بہت سوں کو ہمارے معاشرے کے مظلوم طبقوں کے مقصد کی بھرپور حمایت کرنے پر بھی مظالم کا نشانہ بھی بنایا جاتا ہے۔

تو کیا کوئی عمران خان کو بتائے گا کہ راشد رحمان کون تھے اور مئی 2014 میں ان کے ساتھ کیا ہوا؟ اس سرزمین پر جہاں متعصب اور رجعت پسند قوتوں نے راج کیا ہے، یہاں سچائی اور انصاف کی جدوجہد کی ایک انتہائی افسوسناک اور متاثر کن کہانی ہے۔ اس عمل میں، وزیر اعظم کو جنید حفیظ سے بھی متعارف کیا جائے گا، جو توہین رسالت کے جرم میں سزائے موت پانے کے بعد قید تنہائی کے آٹھویں سال میں ہیں اور سزا کے خلاف اپنی اپیل کے فیصلے کا انتظار کر رہے ہیں۔

مختصراً یہ کہ ملتان کی بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی کے لیکچرار جنید حفیظ پر فیس بک پر کچھ پوسٹوں کے ذریعے توہین رسالت کا الزام عائد کیا گیا۔ راشد رحمان، ایک وکیل جو انسانی حقوق کے ایک ممتاز کارکن بھی تھے، ان کے دفاع کے لیے آگے آئے، اس یقین کے ساتھ کہ یہ ایک من گھڑت مقدمہ تھا۔

مئی 2014 میں ملتان سینٹرل جیل میں ہونے والی ایک سماعت کے دوران تین افراد نے راشد کو دھمکی دی اور کہا کہ وہ اگلی ساعت تک زندہ نہیں رہیں گے۔ چند دنوں کے اندر، راشد کو اُس وقت گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا جب وہ اپنے دفتر میں کام کر رہے تھے، جس سے سول سوسائٹی انسانی حقوق کے ایک اور محافظ کے کھو جانے پر سوگ منانے پر مجبور ہوئی۔ اسی طرح کے سوگ کے اوقات معمول بن چکے ہیں جبکہ ریاست ہمیشہ دوسری طرف دیکھتی ہے۔

سیالکوٹ میں سری لنکن شہری کے قتل نے جو غم وغصہ پیدا کیا ہے اس کے پیش نظر اب کیا تبدیلی آئے گی؟ افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے پاس جو شواہد موجود ہیں وہ حکمرانوں کی پالیسیوں یا سماجی ماحول میں بامعنی تبدیلی کی زیادہ امید پیدا نہیں کرتے۔ موجودہ اور سابقہ حکمران واضح طور پر مذہبی عسکریت پسندی کے حملے کا سامنا کرتے ہوئے اپنی عملداری قائم کرنے کے قابل نہیں تھے۔

اس کی تازہ ترین مثال سب سے زیادہ خطرناک معلوم ہوتی ہے۔ یہ گزشتہ ماہ عمران خان کی نگرانی میں ہوا تھا۔ تحریکِ لبیک پاکستان کے ساتھ ایک خفیہ معاہدے نے ایک مذہبی تنظیم جو کالعدم قرار دے دی گئی تھی، کو سیاسی دھارے میں واپس آنے اور امن وامان کی دیگر خلاف ورزیوں کے علاوہ آٹھ پولیس اہلکاروں کو قتل کرنے کے جرم میں ملوث اپنے عسکریت پسندوں کی رہائی کو محفوظ بنانے کا موقع فراہم کیا۔

حکمرانوں کے لیے واقعات کا رخ بدلنا یقیناً آسان نہیں ہوگا۔ یہ ان خیالات کو ترک کرنے کے مترادف ہوگا جو انہوں نے اتنے عرصے سے پالے ہیں۔ یہ خیالات بہت سے روح کو تباہ کرنے والے سانحات سے بچ گئے ہیں اور دسمبر ہمیں ان میں سے کچھ کی یاد دلائے گا۔ لیکن ایک بار جب حکمران ان خیالات کو عقل وخرد کی روشنی میں اجاگر کرنے کی ہمت پالیں تو ان کے ذہن کے افق پر نئی حقیقتیں ابھرنے کا امکان ہے۔ یہ وہ وقت ہے جب اس سمت میں پہلا قدم رکھا جائے گا۔

لیکن کیا وہ رہنما جو اسامہ کو شہید مانتا ہے اور جو افغانستان میں طالبان کی فتح کا جشن مناتا ہے، یہ پہلا قدم رکھ سکتا ہے؟

مصنف سینئر صحافی ہیں۔

ای میل:

ghazi_salahuddin@hotmail.com

(انگریزی سے ترجمہ بشکریہ دی نیوز)

# ایک توجہ طلب معاملہ

معذور افراد کا عالمی دن 1992ء سے 3 دسمبر کو منایا جاتا ہے۔ اس کا بنیادی مقصد معاشرے کے تمام تہذیبی معاشی اور سیاسی شعبوں میں معذور افراد کی خوشحالی، حقوق کے تحفظ اور ترقی کے متعلق آگاہی پیدا کرنا ہے۔ جیسا کہ 2017ء میں ”**سب کے لئے مظبوط اور پائیدار معاشرے کی طرف تبدیلی**“ کے موضوع سے معذوروں کا عالمی دن منایا گیا۔

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے کئی دہائیوں تک خصوصی لوگوں کی خدمت کرنے کے بعد 2006ء میں ”**معذور لوگوں کے کنونشن**“ کے نام سے ایک ضابطے کو اپنایا جو بعد ازاں 2008ء میں لاگو ہوا اور تقریباً 175 ممالک نے اس کی منظوری دی۔ پاکستان نے اس کنونشن پر 2008ء کو دستخط کرنے کے بعد 5 جولائی 2011ء میں منظوری دی۔

**معذوری ہے کیا؟** عالمی ادارہ صحت کے مطابق **معذوری کا مطلب**:۔ وہ رکاوٹ جو کسی کام کو منظم طریقے سے سرانجام دینے سے روکتی ہے جبکہ وہ ایک عام آدمی کیلئے آسان ہو۔

ایک سروے کے مطابق دُنیا کی تقریباً 15 فیصد آبادی معذور پن کا شکار ہے۔ جس میں 93 ملین صرف بچوں کی تعداد ہے۔ سپارک کے مطابق پاکستانی آبادی کا تقریباً 5.05 فیصد لوگ معذوری کا مقابلہ کر رہے ہیں جو کہ ترقی پذیر ملک کیلئے ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔ ماہرین اور خصوصی بچوں کے حقوق کیلئے سرگرم اراکین کے مطابق معذور لوگوں کے ساتھ بدسلوکی اور امتیازی رویہ روا رکھا جاتا ہے۔ ان ہی بدسلوکیوں میں سے جنسی استحصال سر فہرست ہے۔ اس لئے ”**کنونشن آن رائٹس آف پیپلز وِید ڈیس ایبلٹی**“ (CRPD) نے خصوصی لوگوں کے بنیادی حقوق کے علاوہ ان کے عزت نفس اور انفرادی خود مختاری کو بحال کرنے کے لئے کچھ ایسے اصول وضوابط تشکیل دیئے جس کے تحت اُن کو ہر قسم کے امتیازی سلوک سے تحفظ دیا جائے اور معاشرے کا ایک موثر فرد بننے کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

CRPD پر دستخط کرنے کی وجہ سے پاکستان اس بات کا پابند ہے۔ وہ خصوصی لوگوں کو استحصال، تشدد، نقدد اور دوسرے ظالمانہ سوز ہر اس سے تحفظ دلانے کیلئے قانونی انتظامی اور دیگر مناسب اقدامات اُٹھائے۔ کیونکہ اگر اس کنونشن کے نظریے پر غور کیا جائے تو ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ اس کا بنیادی مقصد خصوصی لوگوں کے اختلافات کا

> **ایک سروے کے مطابق دُنیا کی تقریباً 15 فیصد آبادی معذور پن کا شکار ہے۔ جس میں 93 ملین صرف بچوں کی تعداد ہے۔**

احترام کرنا اور ان کی صلاحیتوں کی بنیاد پر یکساں مواقع فراہم کر کے ان کے حق شناخت کو برقرار رکھا جائے۔

پاکستان (CRPD) سی آر پی ڈی کے ساتویں برس میں ہے۔ مگر اب تک ہمیں کسی بھی شعبے میں کوئی مثبت پہلو نظر نہیں آیا۔ اس کا رُکن ہونے کے باوجود معذور لوگوں کو اعلیٰ اور جدید تعلیم کے حصوں میں ان گنت مشکلات کا سامنا ہے۔ ایک طرف رشوت اور جانبدارانہ طریقوں سے منتخب ہونے والے لوگوں کی وجہ سے ہمارے ملک میں باصلاحیت اور قابلہ اساتذہ کی کمی ہے تو دوسرے طرف ووکیشنل اور ٹیکنیکل تربیت کی کمی محدود متقاضی سازوسامان اور تعلیمی اداروں کی کمزور نگرانی خصوصی طلباء کیلئے ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔ اور اسی محدود تعلیمی سہولیات کی وجہ سے بہت سارے صلاحیت رکھنے والے بچوں کی تعلیم تک رسائی ممکن نہیں۔

ان کی اس کمزور حالت کے تناظر میں وفاقی اور صوبائی حکومتوں کو چاہئے کہ وہ ہر لیول پر جدید ٹیکنالوجی بشمول معلومات اور کمیونیکیشن نقل وحرکت، تعاون، آلات اور معاون طرزیات جو ان کے لئے موزوں ہوں کو ترقی دے۔ اور یہ ترقی تب ہی ممکن ہوگی جب وفاقی اور صوبائی حکومتیں مہیا ذریعے کا صحیح استعمال کرے اور بجٹ کا ایک مناسب حصہ ان کاموں کی تکمیل کیلئے مختص کرے۔

سی آر پی ڈی کا رُکن ہونے کی وجہ سے پاکستان پر یہ لازم ہے کہ وہ اپنی اس بین الاقوامی ذمہ داری کو بخوبی نبھائے اور یہ صرف اس حالت میں ہوگا جب حکومت اس مسائل سے متعلق تمام قوانین وضوابط کی تشکیل اور نفاذ میں خصوصی لوگوں سے مشورے لیا کرے اور ان کی فنی اور تکنیکی تربیت کی فراہمی کو یقینی بنانے کیلئے مناسب اقدامات لے۔

حکومت پاکستان کو چاہئے کہ معذور افراد کے حقوق کو یقینی بنانے کیلئے تمام فرسودہ تصورات اور نقصان دہ طرز عمل کو ختم کر کے قومی سطح پر ان کے حقوق کے احترام کا شعور اُجاگر کرے۔ خصوصی لوگوں کی قابلیت، مہارت اور صلاحیتوں کو سراہے۔ اور ان کے تعاون کو تسلیم کر کے ان کو ان کا صحیح مقام دے۔ اور سب سے اہم بچوں کیلئے موثر نظام تعلیم کی فراہمی کو ممکن بنائے۔

# سری لنکن شہری کے اہلِ خانہ پاکستان سے انصاف کے خواہاں ہیں

اسد ہاشم

***پریانتھا کمارا کے اہل خانہ کا کہنا ہے کہ وہ ابھی تک اس قتل کی 'غیر انسانی حالت' کا احساس دلانے کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں جبکہ وہ آخری رسومات کی تیاری کر رہے ہیں۔***

اسلام آباد، پاکستان - پاکستانی پولیس کا کہنا ہے کہ انہوں نے مبینہ طور پر "توہین رسالت" کے الزام میں سری لنکا کے ایک فیکٹری مینیجر کی وحشیانہ بلوائی تشدد میں سات "اہم کرداروں" کو گرفتار کیا ہے، اور مقتول کے اہل خانہ کا کہنا ہے کہ وہ اب بھی "غیر انسانی" کا احساس دلانے کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں جبکہ وہ اس کے جنازے کی تیاری کر رہے تھے۔

مقتول کے بڑے بھائی کمال کمارا نے الجزیرہ کو بتایا کہ مشرقی شہر سیالکوٹ میں ایک پاکستانی ٹیکسٹائل فیکٹری میں جنرل منیجر، 48 سالہ پریانتھا کمارا کی لاش پیر کی سہ پہر سری لنکا کے دارالحکومت کولمبو میں پہنچی تھی۔

کمارا نے الجزیرہ کو کولمبو سے ٹیلیفون کے ذریعے بتایا کہ "مجھے (مجرموں) سے کہنا ہے: براہ کرم ایسا نہ کریں، اس قسم کا حملہ، غیر انسانی ردعمل کا اظہار نہ کریں۔"

"ہم انسان ہیں، نہیں؟ ہمیں ایک دوسرے اور ایک دوسرے کے مذہب کا احترام کرنا ہے۔''

پریتھا کمارا پر پاکستان کے دوسرے بڑے شہر، لاہور سے تقریباً 100 کلومیٹر (62 میل) شمال میں واقع ایک بہت بڑے صنعتی مرکز، سیالکوٹ میں اس فیکٹری میں توہین رسالت کا ارتکاب کرنے کا الزام لگایا گیا تھا۔

پولیس کا کہنا ہے کہ اسے درجنوں کے ہجوم نے لاٹھیوں، مٹھیوں اور لاتوں سے مارا، اس سے پہلے کہ اسے فیکٹری کے باہر سڑک پر گھسیٹا گیا اور آگ لگا دی۔ حملے کی سوشل میڈیا فوٹیج میں درجنوں نوجوانوں کو دکھایا گیا ہے جو اسلام کے پیغمبر کی حمایت سے متعلق نعرے لگا رہے ہیں، جب کہ کچھ نے جلتے ہوئے جسم کے ساتھ سیلفیاں لیں۔

پاکستان میں توہین رسالت ایک حساس موضوع ہے، جہاں پیغمبر اسلام کی توہین سمیت جرم کی کچھ شکلوں پر لازمی سزائے موت ہو سکتی ہے۔ الجزیرہ کے اعداد و شمار کے مطابق، تیزی سے، توہین رسالت کے الزامات ماورائے عدالت قتل یا بلوائی تشدد کا باعث بنے ہیں، 1990 سے اب تک ایسے حملوں میں کم از کم 80 افراد ہلاک ہو چکے ہیں۔

مقتول کے پسماندگان میں اس کی بیوی اور دو بچے ہیں، جن کی عمریں 9 اور 14 سال ہیں۔ کمارا کے خاندان نے سری لنکا کی حکومت سے کہا ہے کہ وہ پاکستانی حکومت یا کمارا کے آجر سے اس کے قریبی خاندان کے لیے مالی معاوضے کی درخواست کرے۔

کمل کمارا نے کہا کہ ہمیں یقین ہے کہ (پاکستانی وزیر اعظم عمران خان) سنجیدگی سے ایکشن لیں گے۔ "میں نے (سری لنکن حکام کو) کہا کہ براہ کرم پاکستانی حکومت سے اس کے خاندان کی مدد کرنے کو کہیں، کیونکہ اس کی ایک بیوی اور دو بچے ہیں جو اکیلے ہیں، اور انہیں تعلیم یافتہ ہونے کی ضرورت ہے۔"

**جمعہ کو، چھوٹے کمارا پر پاکستان کے دوسرے بڑے شہر، لاہور سے تقریباً 100 کلومیٹر (62 میل) شمال میں واقع ایک بہت بڑے صنعتی مرکز، سیالکوٹ میں اس فیکٹری میں توہین رسالت کا ارتکاب کرنے کا الزام لگایا گیا تھا۔**

پیر کو، پاکستانی پولیس کے ایک بیان میں کہا گیا ہے کہ انہوں نے سات اضافی مشتبہ افراد کو گرفتار کیا ہے، جس سے حملے کے لیے گرفتار ہونے والوں کی کل تعداد 131 ہوگئی ہے۔

ایک بیان میں کہا گیا ہے کہ ''ان میں سری لنکا کے مینیجر پر حملے کی منصوبہ بندی میں ملوث افراد کے ساتھ ساتھ ان پر تشدد کرنے والے اور دوسروں کو اکسانے والے بھی شامل ہیں۔''

لوگ سری لنکا کے عوام سے اظہار یکجہتی کے لیے پھولوں کے ساتھ تیل کے دیے جلا رہے ہیں

## وحشیانہ قتل نے قوم کو ہلا کر رکھ دیا

پریانتھا کمارا چھ بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے، اور ان کی والدہ کو ابھی تک یہ نہیں بتایا گیا کہ وہ کیسے مارا گیا، اس کے بھائی کمال نے بتایا۔ اس نے کہا کہ خاندان کے افراد کو یہ کام سونپا گیا ہے کہ وہ اسے سوشل میڈیا اور ٹیلی ویژن کی خبروں سے دور رکھیں تاکہ وہ حملے کی فوٹیج نہ دیکھ سکیں۔

انہوں نے کہا، ''میری والدہ کی عمر 80 سال ہے، ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، اور پھر بھی ہم انہیں یہ نہیں بتا سکتے کہ کیا ہوا ہے۔'' "وہ مسلسل رو رہی ہے۔

"ہم نے ابھی اسے بتایا کہ کوئی حادثہ ہوا ہے، ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ کیا ہوا ہے۔"

کملا کمارا اور دوسرا بھائی سیالکوٹ سے تقریباً 175 کلومیٹر (108 میل) جنوب مغرب میں پاکستانی شہر فیصل آباد میں رہتے ہیں، جہاں دونوں ٹیکسٹائل فیکٹریوں میں کام کرتے ہیں۔ پریانتھا کمارا، ایک ٹیکسٹائل انجینئر، صنعتی انجینئر کے طور پر کام کرنے کے لیے 2010 میں سیالکوٹ چلے گئے اور بعد میں "بہتر معاشی امکانات کی وجہ سے" فیکٹری مینیجر بن گئے۔

کمال نے کہا کہ تینوں کمارا بھائیوں کو پاکستان میں رہتے ہوئے کبھی کوئی شکایت نہیں ہوئی۔

"بہت سے لوگ میرے دوست ہیں، اور دوسرے (پاکستانی)، انہوں نے میرا نمبر لیا ہے وہ ہمیں کال کر رہے ہیں اور رو رہے ہیں، وہ کہہ رہے ہیں کہ ہم آپ سے بات کرتے ہوئے شرم محسوس کرتے ہیں، ہم تمام پاکستانی آپ کے ساتھ ہیں"۔

اس وحشیانہ قتل نے پاکستان کو ہلا کر رکھ دیا ہے، مذہبی رہنماؤں، سول سوسائٹی اور سیاست دانوں نے اس قتل کی مذمت کی ہے۔ اتوار کو سول سوسائٹی کے گروپوں نے مشرقی شہر لاہور میں قتل کے خلاف ایک مظاہرہ کیا۔

''اس دنیا سے چلا گیا''

جمعے کو انسانی حقوق کی تنظیم ایمنسٹی انٹرنیشنل نے اس قتل کی غیر جانبدارانہ تحقیقات کا مطالبہ کیا۔

ایمنسٹی نے ایک بیان میں کہا، "حکام کو فوری طور پر ایک آزاد، غیر جانبدارانہ اور فوری تحقیقات کرنی چاہیے اور مجرموں کو جوابدہ ٹھہرانا چاہیے۔"

" آج کا واقعہ اس عجلت کی نشاندہی کرتا ہے جس کے ساتھ ایسا ماحول جو بدسلوکی کو موقع فراہم کرتا اور جانوں کو خطرے میں ڈالتا ہے اس کی اصلاح کی جانی چاہیے۔"

انتہائی دائیں بازو کی تحریک لبیک پاک کے عروج کے ساتھ حالیہ برسوں میں جنوبی ایشیائی ملک میں توہین رسالت کے معاملے پر مذہبی تشدد میں اضافہ ہوا ہے۔

**سوگواروں نے پاکستان میں قتل کیے گئے سری لنکن شہری کے لیے انصاف کا مطالبہ کیا**

**رتھیندرا کورووتا**

**8 دسمبر 2021**

سری لنکا میں سینکڑوں افراد نے پریانتھا کمارا دیاوادنا کی آخری رسومات میں شرکت کی، جسے پاکستان کے شہر سیالکوٹ میں ایک ہجوم کے ہاتھوں ہلاک کر دیا گیا تھا۔

دیاوادنا کی نعش کو بدھ مت کی رسومات ادا کرنے کے بعد بدھ کو سری لنکا کے دارالحکومت کولمبو سے 25 کلومیٹر (11 میل) دور گنیمولا کے پولھینا قبرستان لے جایا گیا۔

جمعہ کے روز، 48 سالہ نوجوان پر ایک ہجوم نے حملہ کر کے اسے پاکستان کے شہر سیالکوٹ میں جلا کر ہلاک کر دیا، جہاں وہ ایک فیکٹری منیجر کے طور پر کام کرتا تھا۔ فیکٹری کے کارکنوں نے مبینہ طور پر ان پر پیغمبرِ اسلام کے نام والے پوسٹرز کی بے حرمتی کا الزام لگایا تھا۔

اس کے پسماندگان میں ان کی اہلیہ نیلوشی اور دو بیٹے ہیں جن کی عمریں 14 اور 9 سال ہیں۔ کئی سرکردہ سیاست دان بدھ مت اور کیتھولک رہنماؤں کے ساتھ گنیمولہ میں دیاوادنہ کے گھر پر ان کی تعزیت کے لیے پہنچے۔ تقریباً 400-500 لوگ دیاوادانہ کے گھر سے قبرستان تک جنازے کے جلوس میں شامل ہوئے۔

''میں صدمے سے اس حد تک نڈھال ہوں کہ یہ کہنے کی حالت میں نہیں کہ کسی سے کیا چاہتی ہوں۔ میری دنیا تباہ ہو گئی ہے،" ان کی اہلیہ نیلوشی نے الجزیرہ کو بتایا۔ "بہت سارے سیاستدان آئے اور مدد کی پیشکش کی اور کہا کہ انہیں میرے خسارے کا افسوس ہے''۔

کولمبو میں پاکستانی ہائی کمیشن کے باہر سری لنکا کے شہری احتجاج کر رہے ہیں

منجولا، ایک قریبی رشتہ دار نے کہا کہ خاندان کو توقع ہے کہ پاکستانی حکام ذمہ داروں کو سزا دیں گے۔

جب یہ پوچھا گیا کہ کیا وہ سری لنکا کی حکومت کے جواب سے مطمئن ہیں تو انہوں نے کہا، "سفارتی تحفظات ہو سکتے ہیں لیکن چونکہ ہم (پاکستان کے ساتھ) دوست ہیں، مزید کچھ کیا جا سکتا ہے۔"

**مجرموں کو سزا دو**

توہین رسالت کے الزامات نے اکثر پاکستان میں ہجوم کے متعدد حملوں کو جنم دیا ہے، جہاں توہین رسالت کی سزا موت ہے۔

پاکستانی حکام کا کہنا ہے کہ انہوں نے اس قتل کے سلسلے میں درجنوں افراد کو گرفتار کیا ہے اور ملک کے وزیر اعظم عمران خان نے وعدہ کیا ہے کہ قصوروار پائے جانے والوں کو سخت سزا دی جائے گی۔

لیکن دیاوادانہ کے آبائی ضلع کی رکن پارلیمنٹ کوبندا جے وردھنے نے پاکستان میں طاقتور حکام پر قتل پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرنے کا الزام عائد کیا اور وزیر دفاع پرویز خٹک کو پرتشدد قتل پر ردعمل میں یہ کہتے ہوئے تنقید کا نشانہ بنایا کہ ''جب نوجوان جذباتی ہو جاتے ہیں تو قتل ہو جاتے ہیں''

''ہم نے دیکھا کہ پاکستان کے وزیرِ دفاع نے قتل کو 'لڑکے لڑکوں' ہونے کا نتیجہ کہہ کر اسے نظرانداز کیا ہے۔ وزیر دفاع کو معافی مانگنی چاہیے اور ان دہشت گردوں کو سزا دینی چاہیے۔ ہم انہیں ذمہ داری سے بری الزمہ قرار دینے کی کسی بھی کوشش کے مخالف ہیں،'' جے وردھنے نے کہا۔

دریں اثنا، سری لنکا کی سابق انسانی حقوق کمشنر پرتھیبا مہانا ماہیوا نے کہا کہ اس واقعے پر انصاف فراہم کرنے میں ناکامی سے پاکستان کے ساتھ تعلقات خراب ہو سکتے ہیں، بشمول اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کونسل (یو این ایچ آر سی) کے آئندہ اجلاس میں۔

انہوں نے مزید کہا کہ یہ دعویٰ کہ تحریک لبیک پاکستان ایک گروپ جس پر حال ہی میں پابندی ہٹا دی گئی تھی، کے حامیوں کی طرف سے قتل ہوا، پاکستان کی خطرے کی تشخیص کی صلاحیت پر شکوک پیدا کرتے ہیں۔

"ماضی میں یو این ایچ آر سی میں پاکستان سری لنکا کا دوست رہا ہے۔ پاکستان کے لیے، بہتر یہی ہے کہ قصورواروں کو سزا دی جائے اور یو این ایچ آر سی میں معافی مانگی جائے،'' مہانا ماہیوا نے کہا۔

"پاکستان ایک ایسا ملک ہے جو بین الاقوامی سطح پر اپنے تشخص کو بہتر بنانے کی کوشش کر رہا ہے، اور یہ ان کی تشخص کی بہتری کی سرگرمیوں کے لیے ایک بڑا دھچکا ہے۔"

بدھ کو دیاوادنا کے اہل خانہ سے بات کرنے کے بعد، سری لنکا کی پارلیمنٹ کے اسپیکر مہندرا یاپا ابی وردنا نے سری لنکا پر زور دیا کہ وہ قتل کی وجہ سے کسی کو نشانہ نہ بنائیں۔

"ہمیں اپنی انسانیت کو بچانا ہے۔ پریانتھا یہی چاہتا تھا'' انہوں نے میڈیا کو بتایا۔

منجولا نے کہا کہ اپنے قریبی رشتہ دار کے قتل کے باوجود وہ مسلمانوں سے کوئی دشمنی محسوس نہیں کرتے۔

"میں جانتا ہوں کہ خاندان بھی ایسا ہی محسوس کرتا ہے۔ ہم نے کبھی یہاں یا پاکستان میں مسلمانوں سے ناراض ہونے کا نہیں سوچا۔ یہ لوگ (قاتل) انتہا پسند ہیں اور عام لوگوں کے فائدے کے لیے ان گروہوں کو کچل دینا چاہیے،'' منجولا نے کہا۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ الجزیرہ)

# دہشت گردی کا عذاب

زاہدہ حنا

آپ "افرینش" کی کہانی پر غور کریں تو ہابیل اور قابیل کے درمیان تنازعہ اور ان دونوں بھائیوں میں سے ایک کا قتل دہشت گردی نہیں تو کیا ہے۔ ہزاروں برس کی انسانی تاریخ میں دہشت گردی ایک ایسی جونک ہے جو عالمی سطح پر انسانوں کو پہلے دن سے چمٹ گئی ہے۔

یہ انسانوں اور ان کی تہذیب و ثقافت کا خون چوس رہی ہے ہماری سیکڑوں، ہزاروں برس کی اقدار، ثقافتیں، تہذیبیں، روایتیں منہدم ہو رہی ہیں۔ دہشت گردی کا شکار ہونے والے اور دہشت گردی میں ملوث ہونے والے دونوں ہی فریق خود کو مظلوم کہتے ہیں۔

کوئی اپنے مذہب کی دہائی دیتے ہوئے دوسرے گروہوں پر جہنم کے در کھول رہا ہے اور کوئی اپنی ثقافت کو بچانے کا دعویٰ کرتے ہوئے دوسری ثقافتوں کو پامال کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتا۔ اس میں سب سے المناک یہ صورت حال ہے کہ ایک ہی مذہب کے ماننے والے اپنے ہی ہم مذہب لوگوں کو تہس نہس کرنے میں، ان کے نوزائیدہ بچوں، تعلیم حاصل کرنے کی طلبگار لڑکیوں اور جدید سائنسی اور سماجی علوم کو سیکھ کر اپنے جنگ زدہ ملک کی تعمیر نو کے خواہش مند نوجوانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں۔

اس کے لیے دور جانے کی ضرورت نہیں، افغانستان میں انتہا پسندوں کی کارروائیاں اس کی سامنے کی مثال ہیں جس کا شکار کلمہ گو ہو رہے ہیں۔ کچھ یہی عالم پاکستان کا ہے، جہاں مختلف مسالک کے گروہ بے گناہ پاکستانیوں کو اپنا نشانہ بنا رہے ہیں۔

ثروت اختر نے اپنے موضوع سے انصاف کیا ہے اور مشرق و مغرب کے اہم دانشوروں کے خیالات کو ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔ تاہم باب اول میں ان کا یہ موقف کہ " دہشت گرد در حقیقت کمزور کا وہ ہتھیار ہے جو بالاتر قوتوں اور سامراجی تسلط کی بیخ کنی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔"

اس موقف کو اگر درست تسلیم کر لیا جائے تو ہم بیسویں صدی میں ہونے والی اس دہشت گردی کو کس دائرے میں رکھیں گے جو امریکا نے جاپان کے دو شہروں پر مہلک ترین ہتھیار ایٹم بم گرا کر بے گناہ اور نہتے جاپانی شہریوں کا ستھراؤ کیا تھا۔ یہ وہ دہشت گردی تھی جس سے آج تک ہزار ہا جاپانی نجات نہ پا سکے، یہ وہیں جو 1945 کی اس دہشت گردی کے بہت بعد پیدا ہوئے۔

اس حوالے سے دیکھا جائے تو اس بارے میں اردو ن دھتی رائے کا موقف زیادہ صائب ہے۔ وہ کہتی ہیں " تشدد کا گھیرا مزید تشدد اور انتشار کو نمایاں کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ امریکی امپیریل ازم کو افغانستان اور مشرق وسطی میں کی جان والی فوجی کارروائیوں کی صورت اسلامی شدت پسندوں سے دہشت انگیز کارروائیوں کا اجتماعی خوف لاحق ہے اور آج دنیا کو دہشت گردی اور بربریت کی جس پھیلتی دلدل کا سامنا ہے۔ اس سے نجات کا کوئی آسان طریقہ موجود نہیں۔ طیش کو مٹانے کے بجائے بھڑکانے کی ہی کوششیں ہیں جو دہشت گردی پیدا کرتی ہیں۔"

میں نے دہشت گردی کا عکس اردو شاعری اور حال میں ڈاکٹر ثروت اختر کی دہشت گردی کی ارتقائی عکاسی میں تلاش کیا اور اس کے لیے انھوں نے فیض قاسمی، محمود شام، کشور ناہید اور رشیدہ عیاں کی شاعری کی شناوری کی۔ ہمارے یہاں رشیدہ عیاں کی طرف توجہ نہیں دی جاتی لیکن ثروت جہاں نے دہشت گردی اور ظلم و استبداد کے بارے میں ان کی شاعری سے کیسے جواہر پارے اٹھائے ہیں۔ محمود شام کی نظم " سرد جنگ کے خاتمے پر" ہمارے سامنے عالمی سیاست اور منافقت کے کتنے ہی چہرے بے نقاب کرتی ہے۔

انھوں نے جدید افسانہ اور ناول نگاروں کی تحریروں سے دہشت گردی کے رجحانات نکال کر ہمارے سامنے رکھ دیے ہیں، وہ پاکستان میں غیر قانونی اسلحے، ہلاکت انگیز منشیات اور اس کا رشتہ بجا طور پر دہشت گردی سے جوڑتی ہیں۔ ہمارے یہاں وہ طبقہ بھی موجود ہے جو اپنے لوگوں کو ناقابل بیان انتہا پسندی اور دہشت گردی کا رشتہ عروج اسلام سے منسلک کرتا ہے، لیکن ثروت اختر معاملات کو اعتدال پسندی اور انصاف سے جوڑ کر دیکھتی ہیں۔

انھوں نے صرف افسانہ نگاری کی تخلیقات میں ہی دہشت گردی کے مناظر تلاش نہیں کیے ہیں، وہ اردو کے اہم ناول نگاروں میں سے انتظار حسین، مستنصر حسین تارڑ، انیس ناگی، حسن منظر کے ناولوں کا بھی تذکرہ کرتی ہیں۔ ہمارے یہاں لوگوں کی اکثریت نے رشیدہ رضوی کو بھلا دیا لیکن ثروت اختر نے انھیں ڈھونڈ کر نکالا اور ان کی تخلیقات سے انصاف کیا۔" لڑکی ایک دل کے ویرانے میں " ان کا پہلا ناول تھا۔ ان کے دو ناول "اسی شمع کے آخری پروانے" اور " گھر مرا، راستے غم کے " زیر نظر کتاب میں تفصیل سے زیر بحث آئے ہیں۔

یہ ایک بڑی بات ہوتی ہے کہ جو لوگ بھلا دیے گئے ہوں انھیں یاد کیا جائے اور ان کی تخلیقی صلاحیتوں کو سامنے لایا جائے۔ اسی طرح ثروت اختر نے اردو کالموں میں بھی دہشت گردی اور انتہا پسندی کی عکاسی کو تلاش کیا ہے اور ہمارے سامنے رکھ دیا ہے۔ کالموں میں اس نوعیت کا معاملات پر گفتگو زیادہ آسان ہوتی ہے۔ ایک جگہ وہ جاوید چوہدری کے کالم کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتی ہیں کہ " 62 مسلمان ملک کوفہ بن کر بیٹھے ہیں" یا ان ہی کے دوسرے کالم " ہم امریکا کے غلام نہیں ہیں" میں لکھتی ہیں کہ "افغانستان میں ہونے والے ہر حملے کے ہم نے مذمت کی اور امریکا نے ہماری ہر مذمت کا جواب حملے کی صورت میں دیا لیکن ہم امریکا کے غلام نہیں ہیں۔" یہ ایک کاٹ دار جملہ ہے جو پڑھنے والے کو سب ہی کچھ سمجھا دیتا ہے۔

ڈاکٹر ثروت اختر نے دہشت گردی کے پس منظر و عوامل کا کمال تجزیہ کیا ہے۔ وہ لکھتی ہیں، تاریخ انسانی ہمیں بتاتی ہے کہ قومیں ایک دوسرے پر حملہ کرتی رہی ہیں، جس کے نتیجے میں پر امن لوگوں کا قتل، مذہبی عبادت گاہوں کی بے حرمتی، مال و دولت کی لوٹ کھسوٹ، اذیت اور ایذا رسائی پر عمل ہوتا رہا ہے۔

انھوں نے ڈاکٹر مبارک علی کی تحریر کا حوالہ دیا ہے، جس میں متشددانہ طرز عمل کے بارے میں کہتے ہیں " بعض اوقات بلا جواز اپنے ہمسایہ ملکوں پر حملے کرنا اور ان کی زمینوں اور مال و دولت پر طاقت و قوت سے قبضہ کر کے انھیں بے دخل کر دیا کرتے، لیکن انھیں کسی بھی لمحے یہ خیال نہیں آیا کہ وہ انسانیت کے خلاف جرم کر رہے ہیں۔ ان حملوں اور فتوحات کے پس منظر میں ہمیشہ کوئی نہ کوئی ایسا نظریہ ہوتا تھا جو ان حملوں، قتل و غارت گری اور لوٹ مار کے لیے جواز فراہم کرتا تھا اور جس کی وجہ سے انھیں یہ یقین کامل ہوتا تھا کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں، اس کے ذریعے ایک مشن کی تکمیل ہو رہی ہے۔"

مذہبی منافرت کس طرح دہشت گردی کا سبب بنتی ہے، اس حوالے سے وہ دوبارہ ڈاکٹر مبارک علی کے ایک اور مضمون کا حوالہ دیتی ہیں، جس میں ان کا کہنا ہے "مذہب کا سیاست کے ساتھ ملاپ اس وقت اور بھی خطرناک ہو جاتا ہے جب حکمران اور اہل اقتدار اپنے مخالفوں اور سیاسی دشمنوں کو راستے سے ہٹانے کے لیے اس کا استعمال کرتے تھے اور اس طرح اپنے ناجائز اقدامات کو مذہبی جواز کہتے تھے جب مذہب سیاسی مفادات کو اخلاقی اور قانونی بنیادیں فراہم کر دیتا ہے تو پھر سیاسی مخالفوں کو اذیتیں دینا، قید و بند میں رکھنا اور قتل کرنا ثواب بن جاتا ہے۔"

دنیا بھر میں دہشت گردی کے حوالے سے ادب میں بہت کچھ لکھا جا رہا ہے۔ تاہم، ابھی بہت سے سیر حاصل تبصرے اور تحقیق آنے کی ضرورت ہے، کیونکہ اس نوعیت کی کتابیں ہماری نئی نسل کو بہت کچھ سکھائیں گی۔

(بشکریہ ایکسپریس نیوز)

# شفاف سماج کی تشکیل، معاشی ناہمواریوں کا خاتمہ

ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان نے انسانی حقوق کے عالمی دن کی مناسبت سے *شفاف سماج کی تشکیل، معاشی ناہمواریوں کا خاتمہ* کے عنوان سے ایک آن لائن سیمینار کا اہتمام کیا۔

مقررین میں ڈاکٹر عالیہ ایچ خان، ماہر تعلیم اور سیاسی کارکن ڈاکٹر آشا امیر، اور نامور دانشور اور ماہر معیشت ڈاکٹر عزا آفتاب شامل تھیں۔

تقریب کی میزبانی کا فریضہ ماہر معیشت اور یونیورسٹی آف انفارمیشن ٹیکنالوجی میں شعبہ تدریس کے ساتھ وابستہ ڈاکٹر فہد علی نے انجام دیا۔

ڈاکٹر فہد علی نے سب سے پہلے معاشی ناہمواری پر بات کرتے ہوئے کہا کہ ناہمواری کی ایک ظاہری شکل ہمیں آمدنی میں ناہمواری کی صورت میں نظر آتی ہے جس کی ایک بظاہر وجہ یہ ہے کہ لوگوں کی مہارتوں میں فرق ہے۔ کسی کے پاس مہارت زیادہ ہے اور کسی کے پاس کم جس کی وجہ سے ان کی آمدنی مختلف ہوتی ہے۔ مگر ہمارے پاس معیشت اور معاشرت کے نقطہ نظر ہمیں ناہمواری کے متعلق ہمیں مہارتوں سے آگے جا کر سوچنے پر مجبور کرتا ہے۔ انہوں نے ڈاکٹر عالیہ سے کہا کہ آپ ہمیں کچھ مختصر بتا دیں کہ پاکستان میں محنت کی منڈی میں ناہمواری کی نوعیت کیا ہے۔ اگر مہارتوں کے حوالے سے سوچیں تو اس میدان میں پائی جانے والی ناہمواریوں کے محرکات کیا ہیں، ان کی موجودگی کی وجوہ کیا ہے؟ اور مزدوروں کے لیے مہارتیں حاصل کر کے اپنی آمدنی کو بڑھانے کا معاملہ بھی مواقع کی برابری کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔

ڈاکٹر عالیہ ایچ خان نے جواب دیا کہ آج انسانی حقوق کا عالمی دن ہے اور انسانی حقوق کے نقطہ نظر سے محنت کشوں کے حقوق پر بات کرنے کی ضرورت ہے۔ محنت کشوں کے حقوق کو قوانین کے ذریعے محفوظ کرنے کی جو کوششیں کی جاتی ہیں، ان کے دوران یہ یقینی بنانے کی ضرورت ہے کہ وہ حقوق انہیں شفاف طریقے سے ملیں۔ پاکستان انسانی حقوق کے عالمی منشور اور آئی ایل او کے کئی کنونشنز کا فریق ہے اور ہم نے سیڈا پر دستخط بھی کر رکھے ہیں۔ اور ہماری ملکی قانون سازی میں ان معاہدات اور دستاویزات کی روح بھی کچھ حد تک بڑھی ہے مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ ان کا نفاذ کئی مسائل سے دوچار ہے۔ جب ناہمواریوں کی بات ہوتی ہے تو محققین اور ماہرین معیشت ناہمواریوں کے محرکات اور وجوہ جاننے کی کوشش

کرتے ہیں۔ کچھ تو ڈھانچہ جاتی محرکات ہیں، مگر ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ پاکستان کی محنت کی منڈی میں رسمی اور غیر رسمی محنت میں بہت بڑی تفریق ہے۔ رسمی شعبے جس کے لیے قوانین اور قواعد و ضوابط موجود ہیں، ذمہ داریوں اور حقوق کا نظام دستیاب ہے، کا حجم بہت ہی کم ہے۔ محنت کی منڈی کا بہت بڑا شعبہ غیر رسمی معیشت پر مشتمل ہے۔ لگ بھگ 75 فیصد محنت کی منڈی غیر رسمی ہے۔ رسمی معیشت میں بھی کنٹریکٹ ورکرز اور عارضی ورکرز کو بہت سے حقوق اور مراعات یعنی کہ کم از کم معاوضہ، سماجی تحفظ، ملازمت کا تحفظ اور صحت کی سہولیات وغیرہ نہیں مل پاتیں۔ ان ساری باتوں کی وجہ سے جو ناہمواریاں جنم لیتی ہیں تو ان کے ازالے کے لیے ہم قانونی دستاویزات کی طرف ہی پلٹتے ہیں۔ پھر صنف کی بات آتی ہے۔ افرادی قوت میں عورتوں کی شمولیت صرف 22 فیصد ہے جو کہ جنوبی ایشیا میں سب سے کم ہے۔ پیمائش اور سروے وغیرہ میں مسائل ہیں مگر اس کے باوجود میں یہ کہنا چاہوں گی کہ ہماری معیشت میں خواتین جو کام کرتی ہیں، انہیں تسلیم نہیں کیا جاتا۔ خاص طور پر دیہی علاقوں میں جو خواتین کام کرتی ہیں، وہ تو مزدور شمار بھی نہیں کی جاتیں۔

غیر رسمی شعبے کو مرکزی دھارے میں لانے میں ریاستی ناکامی پر بات کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ محنت کی قدر کو تسلیم کرنا بہت ضروری ہوتا ہے۔ میں بات کروں گی اُن محنت کشوں کی جو گھر کے اندر رہ کر کام کرتے ہیں۔ اُن کی ایک بڑی تعداد عورتوں پر مشتمل ہے۔ ہماری برآمدات کی صنعت میں وہ اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ برآمدات کے بڑھنے کو معاشی بہتری کا ایک اہم عنصر قرار دیا جاتا ہے ہمارے وزیر تجارت کی طرف سے تو اس اضافے میں مزدوروں کا بڑا اہم کردار ہوتا ہے۔ اگر ہم گھر میں رہ کر کام کرنے والے مزدوروں، زرعی مزدوروں اور گھریلو مزدوروں کی محنت کو تسلیم نہیں کریں گے، ان کے کام کی قدر نہیں کریں گے تو ہم ناہمواریوں کو ختم نہیں کر سکیں گے۔ یہ انسانی حقوق کا معاملہ تو ہے ہی مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ معاشی ترقی کا معاملہ بھی ہے۔ کیونکہ اس مزدوروں کے حقوق کا خیال رکھے بغیر ہم ان سے اچھی پیداوار کی توقع بھی نہیں رکھ سکتے۔ اس طرح، مزدوروں کا حق مزدوروں کے کام کی سکت اور پیداوار کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ تو جب تک ہم ان ڈھانچہ جاتی مسائل کی طرف توجہ نہیں دیں گے، صرف پروگرام بنانے یا مہارتوں میں اضافوں جیسی اسکیمیں چلانے سے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔

ڈاکٹر فہد علی نے کہا کہ ناہمواریوں کے متعلق نیشنل ہیومن ڈیویلپمنٹ کی جو رپورٹ آئی ہے اس کے نتائج بڑے دلچسپ ہیں۔ ان کے مطابق، انتہائی غریب طبقے کا جب بالائی 40 فیصد یا بالائی 20 فیصد کے ساتھ آپ موازنہ کریں تو ان کے مابین حد درجے کی ناہمواریاں ہیں۔ اس میں ایک نقطہ جو مجھے نہیں بھولا کہ پاکستان کے امیر ترین ایک فیصد کی آمدنی غریب ترین ایک فیصد سے 60 فیصد زیادہ ہے۔ میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ ناہمواریوں کا حکومتی پالیسیوں سے کیا تعلق ہے؟ کیا یہ حکومتی پالیسیوں سے جنم لیتی ہیں، یا شدت اختیار کرتی ہیں، یا یہ اس معاشی نظام میں فطری طور پر پیوست ہیں۔

ڈاکٹر عزا نے کہا کہ ناہمواری راتوں رات جنم نہیں لیتی۔ جب ہم مائیکرو معیشت کی بات کرتے ہیں تو ہم پوری معیشت کی ایک جھلک دیکھتے ہیں جس میں نہ صرف حکومت کی معیشت بلکہ گھرانوں، فیکٹریوں، کمپنیوں کی معیشت بھی شامل ہے۔ پاکستان میں پچھلے 70، 72 برسوں سے ہم اسی گفتگو پہ ہیں کہ کیا ہم ترقی کریں یا مستحکم ہوں؟ ہم تھوڑا زیادہ ترقی کرتے ہیں، ترقی کی شرح چار اعشاریہ سات تک پہنچتی ہے تو معیشت تڑپنا شروع ہو جاتی ہے، افراط زر ہوتا ہے، بیروزگاری آ جاتی ہے اور ہمیں کچھ سمجھ نہیں آتا کہ کیا کریں اور ردعمل میں ہم اپنی معیشت کو ٹھنڈا کرنا شروع کرتے ہیں۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ جب ترقی ہوتی ہے تو دیکھنا ہوتا ہے کہ اس سے مستفید کون لوگ ہو رہے

ہیں۔اور پھر اس کے بعد صنعتی ترقی کا مرحلہ آتا ہے۔ اور ترقی کا سلسلہ دراصل قائم رہنا چاہیے۔آپ نے اگر غربت کا ازالہ کرنا ہے تو پھر آپ کو بنیادی مسائل پر توجہ دینا ہوگی۔اس کا مطلب صرف یہ نہیں کہ آپ کو صرف خواتین کی شمولیت بڑھانی چاہیے۔ بالکل بڑھائیں۔مگر یہ بھی دیکھیں کہ پاکستان میں جن لوگوں کے پاس دولت ہے وہ اس سے عام عوام کو مستفید نہیں کر رہے۔ اس طرح سے یہ صرف چند گھرانوں تک مرتکز ہو کر رہے گی اور یوں آپ غربت کا ازالہ کسی طور بھی نہیں کر سکتے۔اس طرح سے دولت کی گردش نہیں ہو پاتی۔

ڈاکٹر فہد علی کہا کہ میرے مشاہدے کے مطابق، پاکستان میں رسمی اور غیر رسمی شعبہ ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔دونوں ساتھ ساتھ چل رہے ہیں، جتنا زیادہ ہم رسمی بنانے کی کوشش کرتے ہیں تو غیر رسمی شعبہ اس کے ساتھ اتنا زیادہ بڑھتا چلا جاتا ہے۔اس پہ اگر آپ کچھ کہہ سکیں کہ یہ کیوں موجود ہے، ان دونوں کا ربط خاص طور پر شہری علاقوں میں، صنعتی شعبہ میں ناہمواریوں کو کس طرح فروغ دے رہا ہے۔ اس سوال کے جواب میں ڈاکٹر عزا نے کہا کہ اس بات میں تو کوئی اختلاف ہی نہیں کہ سماج جس نقطہ نظر سے سوچ رہا ہے اسے تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔مگر ہم اسے ایک قدم پیچھے جائیں اور دیکھیں کہ پاکستان میں غیر رسمی شعبے کا حجم کتنا ہے۔ بعض اندازوں کے مطابق، رسمی شعبے سے جتنا جی ڈی پی آتا ہے اندازوں کے مطابق غیر رسمی معیشت کا حجم بھی اتنا ہی بڑا ہے۔اس میں آپ کے شہری اور دیہی علاقے دونوں شامل ہیں۔اگر ہم کہتے ہیں کہ ہماری افرادی قوت کا 70 فیصد غیر رسمی مزدوروں پر مشتمل ہے تو یہ چیز ریاست کے بارے میں ہمیں کچھ بتا رہی ہے۔ یہ پتہ چل رہا ہے کہ ریاست اور اس 70 فیصد کے بیچ کوئی تعلق، میلاپ نہیں ہے۔تو اصل میں ہمارے سماجی معاہدے میں اس مسئلے کو ختم کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر آپ چھوٹے درجے کے کاروباروں کو دیکھیں تو پتہ چلے گا کہ شہری علاقوں میں چھوٹی سطح کے کاروبار بہت سی عورتیں چلاتی ہیں۔ پھر دیہی علاقوں میں لوگوں کی آمدنی کو کووِیڈ نے بہت زیادہ متاثر کیا ہے۔گھریلو مزدوروں کا روزگار ختم ہوا۔ان میں بڑی تعداد عورتوں کی تھی۔ مگر ان حقائق کو شمار نہیں کیا جاتا۔حکومت ان کے بارے میں کوئی تگ و دو نہیں کرتی۔اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ ان کا شمار کرے گی تو پھر وہ ان مسائل سے انکار نہیں کر سکے گی۔اس لیے وہ انہیں نظر انداز کرنا بہت آسان اور فائدہ مند تصور کرتی ہے۔

ڈاکٹر آشا امیر علی سے پوچھا گیا کہ دولت کا ارتکاز آمدنی میں فرق اور یوں غربت میں اضافے کا مسلسل سبب بنتا جا رہا ہے، تو آپ ہمیں بتائیں کہ تاجر اور کاروباری حلقے کیا حکمت عملی اپناتے ہیں جس کی وجہ سے دولت کا ارتکاز ہوتا ہے اور دیہی اور شہری دونوں علاقوں میں ناہمواریوں میں اضافہ ہوتا ہے؟

اس کے جواب میں ڈاکٹر آشا نے کہا کہ پانچ سے بارہ ایکڑ اراضی کا مالک کسان جب منڈی میں آتا ہے تو بہت زیادہ استحصال کا نشانہ بنتا ہے۔حکومت کی پالیسیوں کے پیچھے اچھے ارادے ہو سکتے ہیں مگر یہ پالیسیاں کارپوریٹ سیکٹر کے ہاتھوں یرغمال ہیں۔ اگر آپ کھاد پر سبسڈی کا جائزہ لیں تو مثال کے طور پر ہماری دو سو بلین روپے کی سبسڈی کسان کو جانے کی بجائے کھاد کمپنی کو جاتی ہے جو ان کی پیداواری لاگت کو کم کرتی ہے تو یہ حقیقت میں کمپنیوں کو اپنا منافع بڑھانے کا موقع فراہم کرتی ہے۔تو یہ پالیسی غیر مؤثر ہے اور ناہمواری کو بڑھاتی ہے۔ناہمواریوں کا معاملہ وسائل کی تقسیم کے ساتھ بھی جڑا ہوا ہے۔ وسائل کی دوبارہ تقسیم ضروری ہے۔اب دیکھیں کہ لوگوں کی بہت بڑی اکثریت بے زمین ہے۔ان کے پاس زمین نہیں ہے۔تصوراتی لحاظ سے ہمارے پاس ایک ڈھانچہ ہے، سب شہری برابر ہیں، سب کے پاس رائے دہی ہے، قانون کی نظر میں سب برابر ہیں، سب کو اچھا معاوضہ ملنا چاہیے۔مگر نظام عملی لحاظ سے چل غیر رسمی طریقے سے رہا ہے۔ یہ ہمارا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔اور ریاست نے اس حکمت عملی کو تقویت اور حمایت دی ہے۔ ہمیں پتہ ہے کہ ناہمواریاں ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ ان ناہمواریوں کو ختم کرنے کے لیے کیا کرنے کی ضرورت ہے مگر یہ نہیں جانتے کہ کیسے کرنا ہے۔ ہمیں سیاسی تحریک، ایک جدید سیاسی تحریک کی ضرورت ہے، ایک ایسے جدید سیاسی تخیل کی جو اس فرق کو ختم کر کے سماج کو کسی ایک نقطے پہ اکٹھا کرے۔ ہمیں اپنی بحث کا رخ اس طرف موڑنا چاہیے۔

ڈاکٹر فہد علی کا کہنا تھا کہ جب ہم معاشی پالیسی کی بات کرتے ہیں تو ریاست کی طرف سے بھی یہ ردعمل آتا ہے کہ ہمارے پاس صلاحیت کی کمی ہے۔معیشت کا اتنا بڑا حجم ہے کہ ہمیں نہیں معلوم کہ کون کس سطح پر کس نوعیت کا کام کر رہا ہے، وغیرہ وغیرہ۔اور اس کے بارے میں جاننے کے لیے بہت زیادہ وسائل درکار ہیں۔مگر اس ریاست نے کسی بندے کو غائب کرنا ہو تو یہ بڑی آسانی سے پتہ لگا لیتی ہے کہ وہ کہاں ہے، کون ہے، کس بس میں بیٹھا ہوا ہے، کدھر چلا گیا ہے، کہاں رہتا ہے۔ وہاں پہ ہمیں ریاست کی نااہلیت اور نگرانی کا فقدان نظر نہیں آتا۔مگر جب غریب کی مدد کرنے اور غریب دوست معیشت بنانے کی بات آتی ہے تو وہاں ہمیں یہ ریاست اتنی مجبور، اور امیر ملک کی غریب ریاست نظر کیوں آتی ہے؟ تو اگر آپ اس پہ کوئی تبصرہ کر سکیں کہ ریاست کا یہ طرز عمل کیوں ہے اور اس کی ترجیحات میں نقائص کیوں ہیں؟

اس کے جواب میں ڈاکٹر آشا نے کہا کہ عوام کی فلاح و بہبود نہ کرنے کی ریاست کی منشاء صرف پاکستان کا مسئلہ نہیں ہے، بلکہ یہ نوآبادیاتی دور کے بعد عالمی سطح پر ایک عام مسئلہ ہے۔ یہ ایک ایسا باضابطہ عام رجحان ہے جو ہمیں دیکھنے کو ملتا ہے۔کہ افرادی قوت سے، قدرتی وسائل سے مالا مال ریاست میں انتہائی درجے کی ناہمواریاں ہیں۔مسئلہ ریاست سازی کا ہے، کہ ریاست کیسے بنی ہے۔ یورپ کی ریاست کی تاریخ مختلف قسم کی ہے، مگر ہماری ریاست کی تشکیل، اس کے کام کرنے کے طریقہ کار کیا ہونا چاہیے، اس کے کون سے ادارے ہونے چاہئیں، ان کا آپس میں کیا رشتہ ہونا چاہیے اور ریاست اور سماج کا کیا رشتہ ہونا چاہیے کے پیچھے تصورات وہیں سے آتے ہیں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو ہم چاہتے ہیں تھے بلکہ یہ ہمیں تاریخ سے ورثے سے ملی ہے۔ ہمارے قوم پرست رہنما ایسی زبان بولتے تھے جو نوآبادیاتی آقاؤں کی سمجھ میں آ سکتی تھی۔ انہوں نے کہا"ہم اپنے لیے ایک ریاست چاہتے ہیں جو آپ کی ریاست کی طرز پہ چلانے کو ترجیح دیں گے"اصل میں اس ریاست کا قیام عوام کا مطالبہ تو تھا ہی نہیں۔تو جس طرح اس ریاست کی بنیاد رکھی گئی اور اس کی ساخت بنی، اس پہ گفتگو کرنے کی ضرورت تھی۔

ملکوں میں ٹیکنالوجی کو ریاست کی حمایت حاصل ہوتی ہے اور پھر ٹیکنالوجی بننے کے بعد اسے کمرشلائز کیا جاتا ہے مگر پاکستان میں ایسا نہیں ہوتا۔ یہاں پر آپ جنگجو طیارے تو بنا سکتے ہیں مگر یہ پیمائش نہیں کر سکتے کہ کتنے لوگ غریب اور کتنے امیر ہیں۔تو یہ ترجیح کا مسئلہ ہے۔

ڈاکٹر عالیہ نے کہا کہ ایسی بات نہیں کہ پاکستان بیورو اعداد و شمار کوائف اکٹھا نہیں کرتا مگر کوائف کی بنیاد پر، شہادت کی بنیاد پر پالیسی سازی کا نہ بننا مسئلہ ہے۔ ماہرین، تھنک ٹینکس اور حکومت کے مابین جو ربط ہوتا ہے جو اچھی پالیسی سازی کے لیے ناگزیر ہے، وہ ہمارے ہاں نہیں بن پایا۔مسئلہ کوائف، شہادت کے فقدان کا نہیں بلکہ اس کے استعمال کے طریقہ کار کا ہے۔

گفتگو کو سمیٹتے ہوئے ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کی چیئرپرسن حنا جیلانی نے کہا کہ ایچ آر سی پی ہمیشہ لوگوں کے معاشی اور معاشرتی حقوق کے لیے لڑتا رہا ہے۔ ہمارے لیے معاشی و معاشرتی حقوق بہت اہم ہیں۔ یہ شہریتی و سیاسی حقوق کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ جب لوگ اپنے معاشی و معاشرتی حقوق کے لیے احتجاج کرتے ہیں تو ریاست ان پر تشدد کرتی ہے۔ آج کی بحث نے ہمارے علم میں اضافہ کیا ہے۔ ہمیں لوگوں کی محرومیوں اور ان کے ساتھ ہونیوالی زیادتیوں کا ادراک ہوا ہے اور معلوم ہوا کہ کس طرح لوگ کے بنیادی معاشی و معاشرتی حقوق غصب ہو رہے ہیں اور اس کے نتیجے میں ان کے شہریتی و سیاسی حقوق بھی متاثر ہوتے ہیں

# انسانی حقوق کا عالمی دن

**حیدرآباد** انسانی حقوق کے عالمی دن کے موقع پر ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کی جانب سے جامشورو سکندر آباد ہاری کیمپ میں انسانی حقوق کے حوالے سے تقریب منعقد کی گئی، جس سے ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کے ریجنل کوآرڈینیٹر پروفیسر امداد چانڈیو، غفرانہ آرائین، سلیم جروار، لالہ عبدالحلیم شیخ، سندھ ہیومن رائٹس کمیشن کی رہنما پشپا کماری، سندھ ہاری کمیٹی کے مرکزی صدر ثمر جتوئی، جنرل سیکریٹری احمد نواز انقلابی، طاہرہ ناریجو ایڈووکیٹ، شاہنواز شیخ، قادر بخش چانگ، سہیل کھوکھر، شمعون مسیح، منو بھیل، اروں ڈھلوانی سمیت خواتین، ہاریوں اور مزدوروں نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔امداد چانڈیو نے کہا کہ انسانی حقوق کے عالمی دن پر ہاری کیمپ کوٹڑی میں تقریب منعقد کرنے کا مقصد ان کے مسائل کو اجاگر کرنا ہے، مزدوروں، ہاریوں کو اپنے مسائل حل کرانے کے لیے شعور بیدار کرنا ہوگا، پانی، ڈرینج سسٹم، بجلی، گیس، اسکول، ڈسپنسری سمیت کوئی بھی بنیادی سہولت موجود نہیں ہے۔انہوں نے کہا کہ ایم این ایز اور ایم پی ایز ان معصوم ہاریوں مزدوروں سے وعدہ کر کے ووٹ لیتے ہیں اور پھر گم ہو جاتے ہیں۔ بین الاقوامی قوانین کے مطابق یہاں کے شہریوں کو برابری کی بنیاد پر حقوق دیئے جائیں اور آئینی وسماجی طور پر انہیں برابر رکھا جائے۔ انہوں نے مزید کہا کہ جب تک ہم آزاد اور خوشحال نہیں ہونگے اس وقت تک مسئلہ حل نہیں ہوگا، تقریب سے سندھ ہاری کمیٹی کے صدر ثمر جتوئی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کی طرف سے علاقائی سطح پر اس طرح کی تقریبات منعقد کرنا اچھا عمل ہے، سندھ میں سرکاری اور جاگیرداری نظام کی وجہ سے ہاریوں اور مزدوروں کے حقوق غصب کیئے گئے ہیں، سندھ حکومت مزدوروں کے لیے 25ہزار روپے ماہانہ اجرت دینے کا اعلان کیا تھا لیکن اس پر عملدرآمد نہیں ہوا ہے۔ایچ آر سی پی کے کونسل رکن سلیم جروار نے کہا کہ ہر انسان آزادی سے پیدا ہوتا ہے اور آزادی سے رہنا ہمارا حق ہے، ہم بلاتفریق انسانوں کے فرق کے حقوق کی بالادستی چاہتے ہیں۔تقریب کے دوران گھریلو تشدد کو روکنا، مزدوروں کو حکومتی اعلان موجب پوری اجرت دینا، انسانوں کو برابری کی بنیاد پر حقوق دینا، ہاری کیمپ میں قبضہ گیری کو روکنا اور سکندر آباد ہاری کیمپ میں عاصمہ جہانگیر کے نام سے چوک بنانے کی قرار دادیں بھی منظور کی گئیں۔

(لالہ عبدالحلیم شیخ)

**چمن** 10 دسمبر کو پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کے ضلعی کور گروپ چمن کے زیر اہتمام انسانی حقوق کے عالمی دن کی مناسبت سے کاکوزئی ھاؤس بائی پاس روڈ چمن میں ایک اجلاس کا انعقاد کیا گیا۔اجلاس سے پاکستان کمیشن برائے حقوق کے ضلعی کور گروپ چمن کے ڈسٹرکٹ کوآرڈینیٹر محمد صدیق مدنی، فرید نثار ایڈووکیٹ، شمشاد رائٹرز فورم بلوچستان کے نائب صدر حافظ سیف الرحمان اور پروفیسر خلیل اللہ مدنی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج دنیا بھر میں انسانی حقوق کا عالمی دن منایا جارہا ہے، یہ دن 72 سال قبل 1948ء میں اقوام متحدہ میں منظور کردہ انسانی حقوق کے ایسے شاندار عالمی منشور کی یاد دلاتا ہے جسے یونیورسل ڈیکلریشن آف ہیومن رائٹس کا نام دیا گیا، یہ وہ زمانہ تھا جب دوسری جنگ عظیم کے اختتام کے بعد انسانیت لہولہان تھی، دنیا کے مختلف جنگ زدہ علاقوں میں انسانی حقوق کی پامالی عام بات بن چکی تھی، دنیا جاپان کے شہر ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹمی حملے کی تباہ کاریوں سے خوف زدہ تھی، لیگ آف نیشن دنیا کو جنگ عظیم سے باز رکھنے میں ناکامی کی بناء پر اپنا وجود کھو بیٹھی تھی اور ایک نیا عالمی ادارہ اقوام متحدہ/ یونائٹڈ نیشن کے نام سے منظر عام پر آچکا تھے۔ایسے کڑے وقت اقوام متحدہ کے سامنے سب سے بڑا چیلنج انسانی حقوق کا تحفظ تھا، اس حوالے سے 10 دسمبر 1948ء کو اقوام متحدہ کے 48 ممبران ممالک نے پیرس میں عالمی منشور برائے انسانی حقوق (یونیورسل ڈیکلریشن آف ہیومن رائٹس) کی متفقہ طور پر منظوری کا عظیم الشان کارنامہ سرانجام دیا گیا، اقوام متحدہ کے تحت پہلی مرتبہ نہ صرف بنیادی انسانی حقوق کا تعین کیا گیا بلکہ انسانی حقوق کی جامع تعریف بیان کرتے ہوئے تمام ممبران ممالک کیلئے یکساں اصول وضع کیئے گئے، عالمی قرارداد کی مقبولیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ اسکے متن کا دنیا بھر میں تقریباً چارسو زبانوں میں ترجمہ کیا جاچکا ہے، جنگ عظیم دوئم کی تباہ کاریوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اسے جدید انسانی تاریخ میں اپنی نوعیت کی پہلی منفرد کاوش قرار دیا جاتا ہے۔مقررین نے مزید کہا کہ اقوام متحدہ کی عالمی قرارداد کل تیس شقوں پر مشتمل ہے جو واضح الفاظ میں دنیا بھر کے انسانوں کیلئے بنیادی انسانی حقوق اور آزادی سے زندگی بسر کرنے کے عزم کا اعادہ کرتی ہیں۔کہا جاتا ہے کہ جنگ سے سب سے زیادہ متاثرہ طبقہ خواتین کا ہوتا ہے اور ایک خاتون ہی امن کی صحیح اہمیت سمجھ سکتی ہے، یہ کہاوت 1948ء میں سوفیصدی درست ثابت ہوئی جب امریکہ کی خاتون اول انا ایلینور روزویلٹ نے عالمی قرارداد کے متن کی تیاری کا بیڑہ اٹھایا، محترمہ روزویلٹ کو امریکی تاریخ میں سب سے طویل عرصے کیلئے خاتون اول کا اعزاز بھی حاصل ہے جب انکے شوہر صدر فرینکلن ڈی روزویلٹ 1933 تا1945 مسلسل چار مرتبہ امریکہ کے صدر منتخب ہوئے، اس دوران خاتون اول نے جنگ عظیم دوئم کی تباہ کاریوں کا قریب سے مشاہدہ کرتے ہوئے عالمی برادری کو جنگ سے باز رکھنے کا عزم کیا، انہیں امریکہ کے اقوام متحدہ میں سفارتی مشن کا سربراہ بھی مقرر کیا، روزویلٹ کی ٹیم میں سویت یونین، کینیڈا، چین اور عرب ممالک سمیت دنیا بھر کے قانونی ماہرین شامل تھے۔ یونیورسل ڈیکلریشن کی شق نمبر ایک کے مطابق تمام انسان آزاد پیدا ہوئے ہیں اور وہ برابری کی سطح پر عزت واحترام کے مستحق ہیں، انسانوں کے ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے کی فضاء قائم رکھنی چاہیے، شق نمبر تین اور چار میں انسانوں کو آزادی سے زندگی بسر کرنے اور تحفظ کی ضمانت فراہم کرتے ہوئے غلامی کی نفی کی گئی ہے، شق نمبر اٹھارہ اور انیس میں مذہبی آزادی کی فراہمی پر زور دیا گیا ہے، عالمی منشور کے مطابق ہر انسان کو آزادی ہونی چاہیے کہ وہ اپنے مذہبی عقائد کے مطابق زندگی بسر کر سکے، اسی طرح آزادی اظہار رائے کو بھی یقینی بنانا عالمی منشور کا اہم حصہ ہے۔ میرے خیال میں عالمی منشور کی ہر شق دنیا بھر میں

انسانی حقوق کیلئے سرگرم کارکنوں کے دل کی آواز ہے، یونیورسل ڈیکلریشن کے سنہرے الفاظ خدمت انسانیت میں مصروف ہر اچھے انسان کو ایک نیا عزم و حوصلہ عطا کرتے ہیں۔ہمیں سمجھنا چاہیئے کہ ہم مذہبی، قومی، جغرافیائی، لسانی یا رنگ ونسل کے لحاظ سے مختلف ضرور ہوسکتے ہیں لیکن ہمارے خون کا رنگ ایک ہے، دنیا کا ہر انسان ایک خدا کی مخلوق ہے جسکے حقوق کا احترام یقینی بنانا ہم پر لازم ہے۔انہوں نے مزید کہا کہ انسانی تاریخ گواہ ہے کہ جن ممالک نے اپنے معاشروں میں انسانی حقوق کا احترام یقینی بنایا، وہ ترقی وخوشحالی کے سفر میں تیزی سے آگے بڑھتے چلے گئے جبکہ سویت یونین، ہٹلر کے نازی جرمنی سمیت دیگر طاقتور ریاستوں کے زوال کی سب سے بڑی وجہ انسانی حقوق کی پامالی ہے۔یہی وجہ ہے کہ دنیا کے ہر مذہب نے اپنے ماننے والوں کو دوسرے انسانوں کا احترام کرنا سکھایا، خدمت انسانیت کا درس دیتے ہوئے برداشت، رواداری اور بھائی چارے پر مبنی معاشرے کی تلقین پر زور دیا ہے۔

پاکستان کا شمار ان اولین 48 ممالک میں کیا جاتا ہے جنہوں نے یونیورسل ڈیکلریشن پر دستخط کرکے انسانی حقوق کے تحفظ کا بیڑا اٹھایا، بطور محبِّ وطن پاکستانی آج ہمارے لئے شرم کا مقام ہے کہ آج انسانی حقوق کی پامالی کے حوالے سے پاکستان کو نکتہ چینی کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔یہ ہماری قومی، مذہبی، اخلاقی اور سماجی ذمہ داری ہے کہ ہم قائداعظم کے پرامن وژن پر عمل پیرا ہوکر پاکستان کو ایک ایسا رول ماڈل ملک بنانے کیلئے جدوجہد کریں جہاں ہر انسان چاہے وہ مرد ہو عورت ہو یا بچہ، اقلیت سے تعلق رکھتا ہو یا اکثریت سے، آئینی حدود میں رہتے ہوئے اپنی مرضی سے زندگی بسر کرسکے، کسی انسان پر اسکی مذہبی وابستگی کی بناء پر ظلم نہ ہو، کوئی انسان کسی دوسرے کمزور انسان کے حقوق غصب نہ کرسکے، پاکستانی میڈیا پر یونیورسل ڈیکلریشن آف ہیومن رائٹس کو اردو ترجمے کے ساتھ نشر کرنا چاہیئے، اسی طرح ہمیں اقوام متحدہ کی اس کاوش کو نصابی کتب کا حصہ بھی بنایا چاہیئے۔آج دس دسمبر کا دن ہمیں یہ درس دیتا ہے کہ تاریخ میں قائداعظم، انا روزویلٹ، مہاتما گاندھی، نیلسن مینڈیلا جیسے انسانوں کو اچھے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے جو اپنی زندگی انسانوں کے حقوق کے تحفظ کیلئے وقف کردیتے ہیں، آج اقوام متحدہ کے تمام ممبران ممالک بالخصوص سپر پاور امریکہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ دنیا کو ظلم وستم سے پاک کرنے کیلئے اپنا قائدانہ کردار ادا کریں۔اجلاس کے آخر میں تمام شرکاء میں انسانی حقوق کے عالمی منشور کی کاپیاں بھی تقسیم کردی گئیں۔

(محمد صدیق)

**نوشکی** نیشنل پارٹی کے زیر اہتمام انسانی حقوق کے عالمی دن کے مناسبت سے پریس کلب کے سامنے احتجاجی مظاہرہ ہوا احتجاجی مظاہرہ سے نیشنل پارٹی کے صوبائی جنرل سیکریٹری خیر بخش بلوچ صوبائی ورکنگ کمیٹی کے ممبر فاروق بلوچ ضلعی صدر ربنواز شاہ نائب صدر رمضان بلوچ ایچ آر سی پی کے کوآرڈینیٹر سعید بلوچ بی ایس او بچار کے سی سی ممبر حق نواز شاہ اور ڈسٹرکٹ لیبر سیکریٹری رازق زہری نے خطاب کیا مقررین نے بلوچستان میں انسانی حقوق کے پامالیوں کے طویل داستان ہے لیکن اب گزشتہ دو دہائیوں سے انسانی حقوق کی بدترین خلاف ورزیوں کا سلسلہ جاری ہے اور اس میں بتدریج اضافہ ہو رہا ہے مقررین نے گوادر سے بزرگ بلوچ رہنما یوسف مستی خان کے گرفتاری کی مذمت کی مقررین نے شہریوں کو سہولیات کی فراہمی ریاست کی ذمداری بنتی ہے لیکن حکومت عوام کو روزگار اور سہولیات دینے کے عوام کو مشکلات اور مصائب سے دوچار کر رہی ہے بلوچستان کے عوام اپنے حقوق کے لیے سراپا احتجاج ہیں حقوق کے لیے آواز اٹھانے والوں کو کے مسائل حل کرانے کے بجائے آواز اٹھانے والوں کو ہی اٹھالیا جاتا ہے دوسری جانب آئین کے پامالی اور آئین کے خلاف ورزی کے مرتکب افراد کے خلاف کوئی کارروائی عمل میں نہیں لائی جاتی ہیں بلوچستان سے ہزاروں کی تعداد میں نوجوان برسوں سے لاپتہ ہیں اور اب تعلیمی اداروں سے طالب علموں کو لاپتہ کیا جارہا ہے جس کی وجہ سے بلوچستان میں تعلیمی ادارے بند ہیں اب بلوچستان کے نوجوانوں کو تعلیم کے حصول سے محروم کررہے ہیں بلوچستان میں حق کے لیے آواز اٹھانے والوں کے خلاف ایف آئی آر درج کر کے گرفتار کیا جاتا ہے قدرتی وسائل سے مالامال صوبے کے عوام بنیادی سہولتوں سے محروم ہیں مقررین نے مطالبہ کیا بلوچستان کے شہریوں کو بنیادی سہولتوں کی فراہمی اور تمام لاپتہ نوجوانوں کو منظر عام پر لایا جائے اگر انھوں نے کوئی جرم غیر قانونی حرکت کے مرتکب ہوئے ہیں تو آہین اور قانون کے مطابق انھیں سزائیں دی جائیں۔

(محمد سعید بلوچ)

**مٹھی** انسانی حقوق کے عالمی دن کے موقع پر سول سوسائٹی کی جانب سے ریلی کا انعقاد کیا، ریلی میں مختلف سیاسی سماجی تنظیموں کے رہنماؤں نے شرکت کی، شرکاء ریلی کی جانب سے امن کے فروغ کے لیے شرکا نے کبوتروں کو بھی آزاد کیئے گئے، شرکاء ریلی کا اس موقع پر کہنا تھا کہ آج پوری دنیا انسانی حقوق کا عالمی دن منا رہی ہے۔ہے لیکن کشمیر میں آج بھی انسانوں کی تذلیل کا عمل جاری ہے۔مٹھی سے نامہ نگار کے مطابق مٹھی میں ڈپٹی کمشنر تھرپارکر محمد نواز سوھو اور ڈپٹی ڈائریکٹر انسانی حقوق امجد علی چانڈیو کی سربراہی میں ڈپٹی کمشنر آفس سے آگاہی ریلی نکالی گئی۔ریلی کے شرکاء نے اپنے ہاتھوں میں انسان آزاد ہے اور انسان کو بنیادی حقوق حاصل ہیں، انسان کسی کا غلام نہیں بن سکتا کے نعروں کو پلے کارڈ اٹھا رکھے تھے۔آگاہی ریلی میں ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر ٹو راجیش کمار، مختیار کار مٹھی غلام مصطفیٰ کھوسو، کشور کمار آسوانی صدر آرٹس کونسل مٹھی، کائنات ڈاہری پروگرام آفیسر آرٹس کونسل مٹھی، پروفیسر ولی محمد منگریو، پروفیسر رادھومل، مختلف محکموں کے افسران اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ریلی سے خطاب کرتے ہوئے ڈپٹی کمشنر تھرپارکر محمد نواز سوھو نے کہا کہ ہر انسان اپنی زندگی آزادی کے ساتھ گذارنے کا حق رکھتا ہے ار ریاست کی ذمہ داری ہے کہ انسانوں کے ان کے بنیادی حق فراہم کیئے جائیں۔ڈپٹی کمشنر تھرپارکر محمد نواز سوھو نے مزید کہا کہ انسانی حقوق کا عالمی دن منانے کا مقصد پوری دنیا میں انسانوں کو قابل احترام مقام دینے کے متعلق مثبت پیغام دینا ہے۔اس موقع پر ڈپٹی ڈائریکٹر انسانی حقوق امجد علی چانڈیو نے کہا کہ انسانی حقوق ادارے کی جانب سے ہر سال انسانی حقوق کا عالمی دن منایا جاتا ہے تاکہ انسانی حقوق کی فراہمی کے متعلق معاشرے میں شعور اجاگر کیا جاسکے۔

(نامہ نگار)

**ننکانہ صاحب** سکھ برادری نے ننکانہ صاحب میں انسانی حقوق کے عالمی دن پر بھارت کے مقبوضہ کشمیر اور بھارتی پنجاب میں انسانی حقوق کی پامالی کیخلاف احتجاجی ریلی نکالی۔سکھ مذہب کے بانی بابا گورونانک کے جائے پیدائش گوردوارہ جنم استھان سے شروع ہونے والی ریلی کی قیادت پنجابی سکھ سنگت پاکستان کے چیئرمین سردار گوپال سنگھ چاولہ نے کی۔ریلی میں مقامی سکھ رہنماؤں کے ساتھ ساتھ ہندو اور مسیحی برادری کے رہنماؤں نے بھی شرکت کی، ریلی مختلف راستوں سے ہوتی ہوئے تحصیل موڑ پہنچ کر اختتام پذیر ہوئی۔ریلی کے شرکاء نے بینرز اور پلے کارڈز اٹھا رکھے تھے، جن پر بھارت کی طرف سے مقبوضہ کشمیر اور بھارتی پنجاب میں انسانی حقوق کی پامالی کے خلاف نعرے درج تھے۔اس موقع پر گفتگو کرتے مقررین نے کہا کہ دنیا کے تمام مذاہب دوسرے مذاہب کے احترام کا درس دیتے ہیں مگر بھارت میں صورتحال اس کے برعکس ہے۔جہاں مسلمانوں، سکھوں اور دیگر اقلیتوں کے ساتھ ہمیشہ امتیازی سلوک روا رکھا جاتا ہے، دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت ہونے کے نام نہاد دعویدار بھارت کی جانب سے انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں قابل مذمت ہیں، جس کا اقوام متحدہ اور انسانی حقوق کی عالمی تنظیموں کو نوٹس لینا چاہیے۔

(نامہ نگار)

# انسانی حقوق کے کارکن ادریس خٹک کو فوجی عدالت سے 14 برس قید کی سزا

مسعود شاہ

انسانی حقوق کے کارکن ادریس خٹک کو جاسوسی اور سرکاری معلومات افشا کرنے کے الزام میں ایک فوجی عدالت نے 14 برس قید کی سزا سنائی ہے۔ ادریس خٹک کو اب پاکستان کی ایک عام جیل میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ اطلاعات کے مطابق ادریس خٹک کو ایک فوجی عدالت نے سرکاری معلومات افشا کرنے کا مرتکب قرار دینے کے بعد 14 برس قید کی سزا سنائی ہے۔ البتہ اس کی باضابطہ طور پر تصدیق ہونا ابھی باقی ہے۔ ادریس خٹک کے وکیل انور آفریدی نے وائس آف امریکہ سے گفتگو کرتے ہوئے ان کے خاندانی ذرائع کا حوالہ دیتے ہوئے تصدیق کی کہ ادریس خٹک کو فوجی تحویل سے دو تین روز قبل جہلم جیل میں منتقل کیا گیا ہے۔ انور آفریدی کا کہنا تھا کہ قانون کے مطابق جب فوجی عدالت کسی شخص کو سزا سناتی ہے تو اسے سول جیل میں منتقل کر دیا جاتا ہے۔ ان کے خیال میں ادریس خٹک کو بھی سزا سنانے کے بعد ہی جہلم جیل منتقل کیا گیا ہے لیکن ابھی تک یہ تصدیق ہونا باقی ہے کہ انہیں کیا سزا سنائی گئی ہے۔

### ادریس خٹک کے خلاف فوجی عدالت میں مقدمے کی سماعت روکنے کا حکم

انور آفریدی کا کہنا تھا کہ ادریس خٹک کو پاکستان آرمی ایکٹ اور آفیشل سیکرٹ ایکٹ کے تحت گرفتار کیا گیا تھا۔

انہوں نے سرکاری معلومات افشا کرنے کے الزام کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ ادریس خٹک نے پاکستان کے کسی بھی قانون بشمول آفیشل سیکرٹ ایکٹ کی خلاف ورزی نہیں کی۔ ان کے مطابق 26 اکتوبر 2021 کو فوجی عدالت میں ادریس کے خٹک کے مقدمے کی سماعت مکمل ہوگئی تھی۔

ادریس خٹک کے وکیل کا کہنا تھا کہ فوجی عدالت سے سزا کی تصدیق کے بعد ملٹری کورٹ ایکٹ 1952 اور ملٹری کورٹ رولز 1954 کے مطابق جنرل ہیڈ کوارٹرز (جی ایچ کیو) میں رجسٹرار کورٹ آف اپیل کے پاس اپیل کی جائے گی۔ ان کے بقول کورٹ آف اپیل ایک ماہ کے اندر فیصلہ سنانے کی پابند ہے۔

انور آفریدی کا کہنا تھا کہ کورٹ آف اپیل سے ادریس خٹک کی دادرسی نہ ہوئی تو وہ ہائی کورٹ میں رٹ دائر کریں گے۔

### ادریس خٹک کے اہلِ خانہ کا ریلیف کے لیے سپریم کورٹ سے رُجوع کا فیصلہ

انسانی حقوق کے کارکن ادریس خٹک کے خلاف فوجی عدالت میں مقدمے کی سماعت روکنے کی درخواست پشاور ہائی کورٹ سے مسترد ہونے کے بعد اُن کے اہل خانہ اور وکلا نے سپریم کورٹ سے رُجوع کا فیصلہ کیا ہے۔

ادریس خٹک کے قریبی رشتہ داروں نے ابھی تک پشاور ہائی کورٹ کے فیصلے پر کسی قسم کے ردِعمل کا اظہار نہیں کیا۔ مگر ان کے قریبی ساتھی اور پاکستان نیشنل پارٹی کے رہنما قیصر خان نے وائس آف امریکہ کو بتایا کہ ہائی کورٹ کے فیصلے سے اُنھیں مایوسی ہوئی ہے۔ لہٰذا اب وہ اس کے خلاف سپریم کورٹ آف پاکستان میں اپیل دائر کریں گے۔

پشاور ہائی کورٹ نے پیر کو ادریس خٹک کے خلاف فوجی عدالت میں مقدمہ چلانے کے خلاف دائر درخواست خارج کر دی تھی۔

عدالتِ عالیہ نے ادریس خٹک کو عدالت کے سامنے پیش کرنے کی استدعا بھی مسترد کر دی۔

نیشنل پارٹی کے سینئر رہنما اور انسانی حقوق کے کارکن ادریس خٹک کو نومبر 2019 میں صوابی کے قریب سے نامعلوم افراد نے اغوا کیا اور اس کے سات ماہ کے بعد ان کے بارے میں پشاور ہائی کورٹ کو آگاہ کیا گیا کہ ان کے خلاف آفیشل سیکرٹ ایکٹ کے تحت کارروائی کی جارہی ہے۔

ادریس خٹک نے رشتہ داروں کے ذریعے ان کی گرفتاری اور فوجی عدالت میں مقدمہ چلانے کے خلاف پشاور ہائی کورٹ میں درخواست دائر کی تھی جو سابق مرحوم چیف جسٹس وقار احمد سیٹھ نے باقاعدہ سماعت کے لیے منظور کر لی تھی۔

پشاور ہائی کورٹ میں ادریس خٹک کی پیروی کرنے والے وکلا میں شامل طارق افغان ایڈوکیٹ نے کہا کہ پشاور ہائی کورٹ نے اپنے فیصلے میں کہا ہے کہ ادریس خٹک کو پاکستان آرمی ایکٹ اور آفیشل سیکرٹ ایکٹ کے تحت گرفتار کیا گیا ہے اس لیے عدالت نے دونوں درخواستیں خارج کر دی ہیں۔

طارق افغان ایڈوکیٹ نے کہا کہ ادریس خٹک ایک سال سے پابند سلاسل ہیں۔ لہٰذا ہم پشاور ہائی کورٹ کے فیصلے کو سپریم کورٹ میں چیلنج کریں گے۔

پشاور ہائی کورٹ کے سابق چیف جسٹس وقار احمد سیٹھ نے ادریس خٹک کی درخواست سماعت کے لیے منظور کرتے وقت اُن کے خلاف فوجی عدالت میں مقدمہ چلانے کو خلافِ قانون قرار دیا تھا۔

مرحوم چیف جسٹس وقار احمد سیٹھ کا کہنا تھا کہ ادریس خٹک کبھی بھی فوجی اداروں سے منسلک نہیں رہے۔ لہٰذا بطور سویلین فوجی عدالت میں اُن کے خلاف مقدمہ نہیں چلایا جا سکتا۔ نومبر 2019 میں اسلام آباد سے واپس گھر آتے ہوئے صوابی انٹرچینج کے پاس چند سادہ لباس میں ملبوس افراد ادریس خٹک کو ان کی گاڑی اور ڈرائیور سمیت زبردستی ساتھ لے گئے تھے۔ ایک روز بعد ان کے ڈرائیور کو چھوڑ دیا گیا تھا۔ ان کے لاپتا ہونے کے چند روز بعد بعض افراد ان کے گھر آئے اور ان کا ذاتی لیپ ٹاپ لے گئے۔ اسی دن ادریس خٹک نے بیٹی کو ٹیلی فون پر لیپ ٹاپ مذکورہ افراد کے حوالے کرنے کا کہا۔ چوبیس نومبر 2019 کو ادریس خٹک کی بازیابی کے لیے پشاور ہائی کورٹ میں رٹ پٹیشن دائر کی گئی تھی۔ گزشتہ سال جون میں ان کے اہل خانہ کو بتایا گیا کہ وہ پاکستانی فوج کی ملٹری انٹیلی جنس ایجنسی کی تحویل میں ہیں اور ان پر 1923 کے سیکرٹ ایکٹ کے تحت مقدمہ درج ہے جس کے بعد ان کے اہلِ خانہ نے پشاور ہائی کورٹ سے دوبارہ رجوع کیا۔

ادریس خٹک کے وکلا نے درخواست میں موقف اختیار کیا تھا کہ کسی بھی سویلین کے خلاف فوجی عدالت میں مقدمہ نہیں چل سکتا جب کہ فوجی عدالتوں کی میعاد میں بھی تاحال توسیع نہیں ہوئی۔ قانونی ماہرین کے مطابق آفیشل سیکرٹ ایکٹ 1923 کے تحت ملزم پر جرم ثابت ہونے پر عمر قید یا دس سال کی سزا ہوسکتی ہے۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل سمیت انسانی حقوق کی دیگر تنظیمیں بھی ادریس خٹک کی بازیابی کے مطالبات کرتی رہی ہیں۔ اس معاملے پر پاکستانی حکام کا یہ موقف رہا ہے کہ یہ معاملہ عدالت میں زیرِ سماعت ہے۔ لہٰذا آئین اور قانون کے تقاضے پورے کیے جائیں گے۔

### ادریس خٹک کون ہیں؟

ادریس خٹک نے روس سے اینتھروپالوجی میں پی ایچ ڈی کر رکھی ہے اور بطور محقق ایمنسٹی انٹرنیشنل اور ہیومن رائٹس واچ کے ساتھ منسلک رہے ہیں۔ ادریس خٹک کی تحقیق کا ایک بڑا حصہ سابقہ فاٹا، خیبر پختونخوا اور بلوچستان سے جبری طور پر لاپتا افراد رہے ہیں جب کہ وہ سماجی کارکن کے طور پر بھی جانے جاتے ہیں۔

# بلوچستان کے ماہی گیروں کی فریاد

غلام یاسین بزنجو

بلوچستان باقی ماندہ صوبوں کی نسبت نہ صرف مالامال صوبہ ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے بلوچستان کو مزید خوبصورت اور دلکش بنانے کے لئے 750 کلومیٹر طویل ساحلی پٹی سے بھی نوازا ہے۔ بلوچ ساحلی پٹی گڈانی سے لے کر جیونی کے آخری کونہ ایرانی بارڈر تک بلوچ ماہی گیر آباد ہیں۔ یہاں 90 فیصد افراد براہِ راست شعبہ ماہی گیری سے منسلک ہیں۔ یہ ماہی گیر انتہائی جان فشانی اور محنت کے ساتھ گہرے سمندر میں کئی ناٹیکل مائلز کا فاصلہ طے کر کے مچھلیاں شکار کر کے نہ صرف اپنے بچوں کا پیٹ پالتے ہیں بلکہ ریاست انہی غریب ماہی گیروں کی سمندری شکار کو عالمی منڈیوں میں امپورٹ کے ذریعے سالانہ اربوں ڈالرز زرمبادلہ حاصل کرتی ہے۔

افسوس کا مقام ہے کہ آج تک کسی بھی حکومت نے یا اقتدار کے ایوانوں تک پہنچنے والی سیاسی پارٹیوں خصوصاً بلوچ قوم پرست جماعتوں نے کبھی بھی بلوچستان کے ساحلی علاقوں کے ماہی گیروں کے اہم اور حل طلب مسائل کو اپنے ایجنڈے میں شامل نہیں کیا جس کے باعث آج بھی ساحل کے ماہی گیروں کے مسائل پر نظر دوڑائی جائے تو کافی مسائل سامنے آئیں گے۔

ان ماہی گیروں کو شکایت ہے کہ ان کے شکار کرنے کے حدود میں اکثر غیر قانونی ٹرالرز آ کر ممنوعہ جال استعمال کر کے سمندری حیات کی نسل کشی میں مصروف عمل ہیں۔ جس سے ماہی گیر معاشی بدحالی کا شکار ہیں۔ ماہی گیروں کے مطابق بعض اوقات وہ اپنے قیمتی جالوں سے بھی محروم ہوتے ہیں۔ کیونکہ بڑے بڑے ٹرالرز اور غیر قانونی فشنگ کرنے والی لانچ ان کے جال کاٹ کر سمندر برد کرتی ہیں۔ لوکل ماہی گیروں کے مطابق ساحلی علاقوں میں ٹرالر مافیا کی بلا روک ٹھوک یلغار کے باعث ان علاقوں میں ماہی گیری کی صنعت کو شدید نقصان پہنچا ہے۔ مقامی ماہی گیروں کے مطابق بلوچستان کے سمندری حدود میں جو ممنوعہ جال استعمال کیا جاتا ہے دراصل یہ جال باقاعدہ بھارت سے پاکستانی ماہی گیروں کو سمندری حیات کی نہ صرف نسل کشی کے لئے فروخت کی جاتی ہے بلکہ یہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت متحدہ عرب امارات کے راستے پاکستان درآمد کیا جاتا ہے۔ جب اس ممنوعہ جال کو سمندر کی تہہ تک پہنچایا جاتا ہے تو سمندر کے اندر موجود مچھلیاں، جھینگے اور سمندری حیات کی دیگر اقسام اس جال میں پھنس جاتی ہیں۔

سمندری امور کے ماہرین کے مطابق سمندر میں موجود مچھلیاں سمندر کے اندر چھوٹے چھوٹے کیڑے مکوڑے اپنی خوراک کے طور پر استعمال کرتی ہیں .جب سمندر میں اس طرح کے جال استعمال کیے جاتے ہیں تو اس سے مچھلیوں کی افزائش نسل شدید خطرے میں ہوتی ہے۔ مقامی ماہی گیروں نے بتایا کہ اس وقت بلوچستان کے ساحلی علاقوں کے بیس لاکھ سے زائد ماہی گیر فاقہ کشی پر مجبور ہیں۔ ان کے مطابق ماضی کے مقابلے میں آج سمندری حیات کی نسل کشی زیادہ ہورہی ہے .اس بات کا اندازہ اس طرح لگایا جاسکتا ہے کہ آج کئی اقسام کی مچھلیاں ناپید ہیں۔ اگر حکومت وقت اور متعلقہ محکموں نے اپنی ذمہ داری نہ نبھائی تو وہ دن دور نہیں جب ساحل سمندر کے لاکھوں افراد بے روزگار ہوجائیں گے۔ پھر بعد میں انہی ماہی گیروں کی بدولت سالانہ اربوں ڈالرز زرمبادلہ حاصل کرنا ممکن نہیں ہوگا۔

سمندری امور کے ماہرین کے مطابق سمندر میں موجود مچھلیاں سمندر کے اندر چھوٹے چھوٹے کیڑے مکوڑے اپنی خوراک کے طور پر استعمال کرتی ہیں .جب سمندر میں اس طرح کے جال استعمال کیے جاتے ہیں تو اس سے مچھلیوں کی افزائش نسل شدید خطرے میں ہوتی ہے۔ مقامی ماہی گیروں نے بتایا کہ اس وقت بلوچستان کے ساحلی علاقوں کے بیس لاکھ سے زائد ماہی گیر فاقہ کشی پر مجبور ہیں۔ ان کے مطابق ماضی کے مقابلے میں آج سمندری حیات کی نسل کشی زیادہ ہورہی ہے .اس بات کا اندازہ اس طرح لگایا جاسکتا ہے کہ آج کئی اقسام کی مچھلیاں ناپید ہیں۔ اگر حکومت وقت اور متعلقہ محکموں نے اپنی ذمہ داری نہ نبھائی تو وہ دن دور نہیں جب ساحل سمندر کے لاکھوں افراد بے روزگار ہوجائیں گے۔ پھر بعد میں انہی ماہی گیروں کی بدولت سالانہ اربوں ڈالرز زرمبادلہ حاصل کرنا ممکن نہیں ہوگا۔

افسوسناک امر یہ ہے کہ آج کے اس جدید ترین دور میں بھی ماہی گیری کے شعبہ کو ابھی تک صنعت کا درجہ حاصل نہیں ہے اور نہ ہی ماہی گیر کو مزدور کا درجہ دیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ عمل انسانی حقوق کے بنیادی چارٹر کی بھی خلاف ورزی ہے کہ ریاست کے مزدور کو آپ مزدور نہیں سمجھتے۔ دوسری جانب گوادر، پسنی، جیوانی اور اورماڑہ میں موجود تمام پرائیویٹ فش کمپنیاں بھی ان مقامی ماہی گیروں کے ساتھ زیادتی کر رہی ہیں۔ یہ بیچارے ماہی گیر کتنی محنت اور مشقت کے بعد اپنی مچھلیوں کو لاتے ہیں تو وہ مختلف سیٹھوں اور ایجنٹ کے ذریعے کمپنیوں تک پہنچ جاتے ہیں مگر ان محنت کشوں کو ان کا اصل اور صحیح معاوضہ نہیں دیا جاتا جو کہ ان کا حق ہے اور نہ ہی حکومت غریب ماہی گیروں کو جال، انجن، اور دیگر ضروری آلات فراہم کرتی ہے۔

ماہی گیروں کے حقوق کے لئے کئی نام نہاد تنظیمیں بنائی گئی ہیں جن کا مقصد ماہی گیروں کے نام پر کمانا ہے۔ یہ تنظیمیں مختلف این جی اوز کے ساتھ مل کر ماہی گیری اور چائلڈ لیبر کے نام پر پروگرامز اور فوٹو سیشنز کرتی ہیں۔ ان تنظیموں اور این جی اوز کی کارکردگی نہ ہونے کے برابر ہے۔ مقامی ماہی گیروں کے مطابق حکومت فش کمپنیاں، نام نہاد ماہی گیر تنظیمیں، این جی اوز سب ان کے استحصال میں برابر کی شریک ہیں۔

# تصویری مضمون کا مقابلہ

ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (ایچ آرسی پی) پُرامن اجتماع کے حق کے متعلق شعور میں اضافہ کرنے کی کے لیے ملکی سطح پر تصویری مضمون کے مقابلے کا اہتمام کر رہا ہے۔

"امن عامہ کے مفاد میں قانون کے ذریعے عائد کردہ معقول پابندیوں کے تابع، ہر شہری کو غیر مسلح حالت میں پُرامن اجتماع کرنے کا حق حاصل ہوگا۔" (آرٹیکل 16، دستور پاکستان)

اجتماعات ایسے پلیٹ فارم ہیں جو تبدیلی لانے اور شہریتی، سیاسی، سماجی، معاشی، اور ثقافتی حقوق کے متعلق شعور بیدار کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ایچ آرسی پی نے پاکستان میں مقیم فوٹوگرافرز کو ایسے تصویری مضامین (تصاویر کا سلسلہ جو کوئی کہانی بیان کریں) جمع کروانے کی دعوت دی ہے جو پُرامن اجتماع کے حق کی وضاحت کریں۔ آپ کی تصویر کسی خاص موضوع سے متعلق ایک یا ایک سے زائد عوامی اجتماع کو اپنی توجہ کا مرکز بنا سکتی ہے۔ اجتماعات میں یکم جنوری 2021 سے 15 مارچ 2022 تک منعقد ہونے والے مظاہرے، ریلیاں، مارچ، دھرنے، شمعیں، احتجاج، اور احتجاجی کیمپ شامل ہیں۔ جیتنے والی تین بڑے اندراجات ایچ آرسی پی کی اہتمام کردہ عوامی نمائش میں دکھائی جائیں گی۔

قواعد

1 فی فرد ایک اندراج (بطور ٹیم دو یا دو سے زائد اندراج کروائے جا سکتے ہیں)

2 مقابلے میں شوقیہ اور پیشہ ور، دونوں طرح کے فوٹوگرافر حصہ لے سکتے ہیں، مگر آپ صرف اپنی کھینچی ہوئی تصاویر شامل کر سکتے ہیں۔ آپ کی جانب جمع کروائی گئی کوئی بھی ایسی تصویر جو آپ کی اپنی نہیں ہوگی، نااہلیت کی وجہ بن سکتی ہے۔

3 تصاویر بتائے گئے دورانیے کے دوران بنائی گئی ہوں اور موضوع سے متعلق ہونی چاہیں۔

4 جمع کروائی گئی تصاویر کہیں اور شائع نہیں ہونی چاہیں (مثال کے طور پر کسی اخبار یا جریدے میں)، اگرچہ آپ وہ تصاویر جمع کروا سکتے ہیں جو آپ نے بنائی اور پھر سوشل میڈیا پلیٹ فارموں پر آویزاں کی ہوں بشرطیکہ آپ یہ بتائیں کہ آپ نے کب اور کہاں اپ لوڈ کی تھیں۔

5 ایک اندراج کے لیے کم از کم اور زیادہ سے زیادہ تصاویر بالترتیب 7 اور 20 ہونی چاہیں۔ صرف وہی تصاویر شامل کریں جو آپ کی کہانی بتانے کے لیے ضروری ہیں، کیونکہ غیر ضروری تصاویر آپ کے اندراج مجموعی تاثر کو خراب کر سکتی ہیں۔

6 تصویری مضمون مرتب کرنے کے لیے صرف ساکن تصاویر (ویڈیو کلپس نہیں) استعمال کی جا سکتی ہیں۔ مقابلے میں حصہ لینے والے/ والی کا نام تصاویر پر دکھائی نہیں دینا چاہیے۔ واٹر مارکس، یا ڈیجیٹل میٹس، فریم، یا بارڈرز کی اجازت نہیں ہے۔ کراپنگ، اور معمولی سا اضافہ (جیسے کہ سپاٹنگ، ڈوجنگ، برننگ، کنٹراسٹ، اور رنگ کی معمولی نوعیت کے ردوبدل) کی اجازت ہے۔

7 اندراج کسی بھی سافٹ ویئر میں کیا جا سکتا ہے مگر جمع ایسے یونیورسل فائل فارمیٹ میں کروایا جائے جو تمام کمپیوٹرز پر چل سکے جیسے کہ جے پی جی یا پی این جی۔ تصاویر اعلیٰ معیار کی ہوں، جن کے لیے 12 میگا پکسل کیمرہ استعمال کیا جائے۔ فون کے کیمروں کے ساتھ لی گئی تصاویر جمع کروانے کی اجازت بھی ہے، بشرطیکہ وہ اس شرط پر پورا اترتی ہوں۔

8 آپ اچھا تاثر قائم کرنے کے لیے تصاویر کے ساتھ موسیقی کی ریکارڈنگ چلا سکتے ہیں۔ ایسا مقابلے میں حصہ لینے والے/ والی کی مرضی پر منحصر ہے، اور اگر ایسا کیا جاتا ہے تو پھر یونیورسل فائل فارمیٹ میں ہونا چاہیے جو تمام کمپیوٹرز پہ چل سکے، جیسے کہ ایم پی 3۔ حصہ لینے والے/ والی کا نام ریکارڈنگ میں دکھائی نہیں دینا چاہیے، نہ ہی ریکارڈنگ کسی کاپی رائٹ والے سنگیت سے لی جائے۔

9 آپ چاہیں تو اپنی تصویری کہانی کی وضاحت کے لیے متن جمع کروا سکتے ہیں، مگر یہ آپ کی مرضی پر منحصر ہے۔ اگر آپ ایسا کرتے ہیں تو براہ کرم اس مقصد کے لی ایک الگ ورڈ فائل جمع کروائیں۔ اور یہ 120 الفاظ سے طویل نہیں ہونی چاہیے۔ ہر ایک تصویر کے لیے کیپشنز بھی فراہم کیے جا سکتے ہیں، مگر یہ بھی آپ کی مرضی پر منحصر ہے، ہر ایک کیپشن 50 الفاظ سے طویل نہیں ہونا چاہیے۔

10 اگر آپ کی جمع کرائی گئی تصاویر مقابلہ جیت جاتی ہیں تو پھر ہمیں نمائش اور اشاعت کے مقاصد کے لیے اعلیٰ معیار کی تصاویر درکار ہوں گی۔ مقابلے کا فیصلہ ہونے کے بعد ہم اس کے لیے درخواست کریں گے۔

اندراج کی آخری تاریخ: 15 مارچ 2022

اس پتہ پر جمع کروائیں

submissions@hrcp-web.org

اختیاری اندراج

https://forms.gle/aCnCLzF9TYsjcdYw8

اگر آپ کے کوئی سوالات ہیں یا مزید معلومات چاہتے ہیں تو براہ کرم

maheen.rasheed@hrcp-web.org

## جہد حق پڑھنے والے توجہ کریں

- آپ نے اس شمارہ کا مطالعہ کیا۔
جو خامیاں/ کمزوریاں آپ کو نظر آئی ہوں۔ ان کی نشاندہی خط کے ذریعے سے کیجئے۔
- آپ بھی اپنے علاقے میں ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹ/ اطلاع ہمیں اس رسالہ میں چھپنے والا رپورٹ فارم پُر کر کے بذریعہ ڈاک روانہ کر سکتے ہیں۔ حقائق اچھی طرح سے تصدیق کر کے لکھیں۔

## HRCP کارکن متوجہ ہوں

''جہد حق'' کے لیے رپورٹ فارم کے مطابق کوائف پر مبنی رپورٹیں، خبریں، تصاویر اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق دیگر مواد مہینے کے تیسرے ہفتہ تک پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مرکزی دفتر میں پہنچ جانا چاہیے تاکہ یہ اگلے شمارے میں شائع کیا جا سکے۔

**پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق**

''ایوان جمہور'' 107 - ٹیپو بلاک،

نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

**جہد حق کا تازہ شمارہ اور پچھلے شمارے ویب سائٹ پر موجود ہیں۔ پتہ:**

www.hrcp-web.org

# سالنامہ: عوام کے لیے معاشی لحاظ سے ایک اور مشکل سال

راجہ کامران

## 2021ء کو وزیرِ اعظم عمران خان کے بیانات کی روشنی میں دیکھیں تو یہ ترقی اور خوشحالی کا سال ہونا چاہیے تھا مگر حالات ہمارے سامنے ہیں

کراچی میں سردیاں تو کم ہی آتی ہیں مگر موسم کے ساتھ جب جیب بھی ٹھنڈی ہو تو سردی زیادہ ہی لگتی ہے۔ دسمبر کا بڑا حصہ گزر چکا ہے اور میں معیشت کا سالنامہ لکھنے کی تگ و دو کر رہا ہوں۔ مگر اس سرد موسم میں جیسے الفاظ بھی نوکِ قلم پر آ کر جم گئے ہیں۔

معیشت کا جو حال 3 سال پہلے تھا وہ اب پہلے سے کئی گنا زیادہ خراب ہو چلا ہے۔ ہر گزرتے دن کے ساتھ ایک نیا معاشی مسئلہ سر اٹھائے کھڑا ہوتا ہے مگر حکومت اب بھی تمام مسائل سے لاپرواہ دکھائی دے رہی ہے۔ جس معاشی اعشاریے کو اٹھا کر دیکھیے منفی ہی نظر آتا ہے۔

بعض الفاظ اور جملے ایسے ہوتے ہیں کہ جو اگر منہ سے کبھی نکل جائیں تو روزِ آخر تک پیچھا نہیں چھوڑتے۔ معیشت کے بارے میں عمران خان نے بطور اپوزیشن لیڈر جو بھی تنقید کی تھی اور اس وقت کی حکومت کے جس جس عمل کو غلط قرار دیا تھا، ان کی بازگشت اب انہیں بطور وزیرِ اعظم سننے کو مل رہی ہے۔ نہ صرف ان کی کارکردگی غیر اطمینان بخش ہے بلکہ ان کی کابینہ میں شامل وزرا کے بیانات تو عوام کے زخموں پر نمک چھڑکنے کا کام کرتے ہیں۔

مثلاً وزیرِ اطلاعات فواد چوہدری نے ادویات کی قیمتوں کے حوالے سے حال ہی میں یہ بیان دیا کہ ''اگر 3 روپے قیمت ہے اور 7 روپے ہو گئی تو کیا قیامت آ گئی؟'' ایسے بیانات حکومت میں بیٹھے افراد اور پالیسی سازوں کی عوام سے لاتعلقی اور بے حسی کو ظاہر کرتے ہیں۔

موجودہ حکومت کی جانب سے شوکت ترین کو وزیرِ خزانہ بنانے کے بعد معیشت کو توسیع پسندانہ خطوط پر استوار کیا گیا تھا۔ کسی حد تک شوکت ترین نے معیشت کو وسعت دینے اور کھپت میں اضافہ کرکے ترقی کے اہداف حاصل کرنے کی پالیسی اپنائی تھی مگر روپے کی قدر میں شروع ہونے والی گراوٹ اور نومبر میں بنیادی شرحِ سود میں 1.5 فیصد کے اضافے نے معیشت کا رخ ترقی سے معیشت کو مستحکم بنانے اور کرنٹ اکاؤنٹ میں پیدا ہونے والے رسک کو کم کرنے کی طرف موڑ دیا۔

### افراطِ زر یا مہنگائی

چلیں بات شروع کرتے ہیں مہنگائی سے جس کا شور ہر طرف ہے۔ ریاست کے اپنے اداروں کے اعداد و شمار اس کی گواہی دیتے ہیں۔ عمران خان جب اپوزیشن میں تھے تو کہتے تھے کہ جب مہنگائی بڑھے تو سمجھو کہ وزیرِ اعظم چور ہے۔ اب ان کی حکومت میں مہنگائی کی شرح اس قدر بڑھ گئی ہے کہ عوام کی چیخیں نکل گئی ہیں۔

یہ مہنگائی غریب طبقے کو معاشی لحاظ سے بُری طرح متاثر کرتی ہے جس کے نتیجے میں اس کی قوتِ خرید بھی تیزی سے کم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح چھوٹے اور درمیانے درجے کے کاروبار بھی اس کی زد میں آتے ہیں کیونکہ ان کے پاس نہ تو کسی ملٹی نیشنل کمپنی جیسا نیٹ ورک ہوتا ہے، نہ سپلائی چین اور نہ ہی فنانسنگ کی کوئی سہولت میسر ہوتی ہے، لہٰذا مہنگائی کے باعث متعدد چھوٹے اور درمیانے درجے کے کاروبار معیشت سے نکل جاتے ہیں اور بڑی کمپنیاں باقی رہ جاتی ہیں جس کی وجہ سے ان کے منافعے میں بھی تیزی سے اضافہ ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ اسٹیٹ بینک کا اپنے 'بینک مانیٹری پالیسی بیان' میں کہنا ہے کہ بجلی کے نرخوں میں اضافہ، ایندھن، مکان کے کرائے، دودھ اور خوردنی تیل کی قیمت میں اضافے کی وجہ سے مہنگائی میں اضافہ دیکھا گیا ہے۔ رواں مالی سال کے دوران مہنگائی کی شرح 9 سے 11 فیصد رہنے کا امکان ظاہر کیا گیا ہے۔

مالی سال 2018ء میں جب پاکستان تحریک انصاف (پی ٹی آئی) کی حکومت نے اقتدار سنبھالا تو اس وقت مہنگائی کی عمومی شرح (جنرل انفلیشن ریٹ) 4.2 فیصد تھی۔ غذائی اجناس کی قیمتوں میں اضافے کی شرح 3.8 فیصد اور نان فوڈ انفلیشن 4.4 فیصد تھی۔

پی ٹی آئی حکومت کے قیام کے بعد مالی سال 2019ء میں مہنگائی کی شرح 6.8 فیصد رہی جس میں غذائی اجناس کی قیمتوں میں اضافہ 4.8 فیصد تک رہا۔ بعد ازاں مالی سال 2020ء میں مجموعی مہنگائی کی شرح 10.7 فیصد رہی اور دیہی علاقوں میں فوڈ انفلیشن 13.6 فیصد رہا۔ 30 جون 2021ء کو ختم ہونے والے مالی سال میں مجموعی مہنگائی کی شرح 8.9 فیصد رہی جبکہ دیہی علاقوں میں فوڈ انفلیشن 13.1 فیصد تک دیکھا گیا۔ سال 2021ء کا جائزہ لیا جائے تو اس میں انفلیشن جنوری کے علاوہ کسی بھی مہینے میں 8 فیصد سے کم نہ رہا جبکہ اپریل میں 11.1 فیصد، مئی میں 10.9 فیصد اور نومبر میں 11.5 فیصد رہا۔ مگر سال بھر میں فوڈ انفلیشن دوہری ہندسے یا 10 فیصد سے زائد ہی رہا۔

مذکورہ بالا اعداد و شمار سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مہنگائی عوام کی برداشت سے باہر ہو گئی ہے۔ پاکستان زرعی ملک ہونے کے باوجود کھانے پینے کی اشیا (اجناس) کا ایک بڑا درآمدی مرکز بھی بن گیا ہے۔ مثلاً موجودہ حکومت چینی اور آٹے کی قیمتوں کو کنٹرول کرنے کے لیے ان کو درآمد کر رہی ہے مگر اس سے کوئی فرق نہیں پڑ رہا۔ آٹے کی قیمت دگنی ہو گئی ہے اور آٹے کی قیمت 40 روپے سے بڑھ کر 80، 85 روپے فی کلوگرام تک پہنچ چکی ہے۔ اسی طرح سے چینی کا دام بھی 65 روپے سے بڑھ کر 150 روپے فی کلوگرام تک پہنچ گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وزیرِ اعظم نے تاریخی عوامی ریلیف پیکیج کا اعلان تو کیا ہے مگر اس سے استفادہ کرنے کے لیے پہلے اچھا سا موبائل خریدنا ہوگا۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ ملک میں مہنگائی کی دو بڑی وجوہات ہیں، ان میں سے پہلی وجہ عالمی منڈی میں اجناس کی قیمتوں میں اضافہ ہے اور دوسری وجہ روپے کی قدر میں تیزی سے ہونے والی گراوٹ ہے۔

### روپے کی ناقدری

روپے کی قدر کے حوالے سے کہا جاتا ہے کہ قدر میں کمی سے ملک پر غیر ملکی قرضوں کا بوجھ کئی گنا بڑھ جاتا ہے۔ عمران خان برسرِ اقتدار آئے تو روپے کی قدر 120 روپے فی امریکی ڈالر تھی۔ گزشتہ 40 ماہ کے دوران روپے کی قدر میں 30.5 فیصد کی کمی دیکھی گئی ہے۔ 1971ء میں جب ملک دولخت ہوا تھا، اس وقت تاریخ میں سب سے بڑی گراوٹ دیکھنے کو ملی

تھی، اور اس کے بعد موجودہ حکومت میں اس قدر بڑی گراوٹ ریکارڈ کی گئی ہے۔ ماہرین کا خیال ہے کہ روپے کی قدر میں کمی صرف اور صرف آئی ایم ایف کی شرائط پوری کرنے کے لیے کی گئی ہے اور اس کا معیشت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

روپے کی قدر میں 30.5 فیصد کمی سے مہنگائی میں براہِ راست اتنا ہی زیادہ اضافہ ہوا ہے کیونکہ پاکستان جہاں پہلے ہی بڑے پیمانے پر اجناس اور ایندھن درآمد کرتا تھا وہاں عمران خان کے دورِ حکومت میں چینی اور آٹا بھی بڑے پیمانے پر درآمد کرنے لگا ہے۔

روپے کے مقابلے میں اگر دیگر کرنسیوں کا جائزہ لیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ بھارتی روپے کی قدر 2018ء میں 70.09 روپے فی ڈالر جبکہ 2021ء میں 74.57 روپے فی ڈالر تک پہنچ گئی تھی۔ اسی طرح 2018ء میں بنگلا دیشی ٹکے کی قدر 85.76 ٹکہ فی ڈالر تھی اور اس وقت بنگلا دیشی ٹکے کی قدر 85.9 ٹکہ فی ڈالر ہے۔ اس خطے کے ان 2 ملکوں کی کرنسیوں کا جائزہ لینے پر اندازہ ہوتا ہے کہ پاکستانی روپے نے دیگر کرنسیوں کے مقابلے میں بُری کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔

گزشتہ 20 برسوں میں روپے کی قدر میں آنے والے اُتار چڑھاؤ کا جائزہ لیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ شوکت عزیز جب وزیرِاعظم تھے اس وقت ایک ڈالر تقریباً 60 روپے کا تھا۔ 2008ء میں جب پیپلز پارٹی (پی پی پی) کی حکومت قائم ہوئی اس وقت پاکستان طویل عرصے بعد آئی ایم ایف پروگرام کا حصہ بنا اور ایک ڈالر 80 روپے کا ہوگیا اور پی پی پی حکومت میں ایک ڈالر 89.5 روپے کا رہا۔

2013ء میں مسلم لیگ (ن) کی جانب سے حکمرانی کی باگ ڈور سنبھالنے سے قبل قائم عبوری حکومت میں روپے کی قدر 107.5 روپے فی ڈالر تک گر چکی تھی۔ جون 2014ء میں سابق وزیر خزانہ اسحٰق ڈار روپے کی قدر کو واپس 98 روپے فی ڈالر تک لے آئے تاہم 2014ء میں ایک ڈالر 105 روپے کا ہوگیا۔ نواز شریف کو نااہل قرار دیے جانے سے ملک میں سیاسی عدم استحکام پیدا ہوا اور مفتاح اسمٰعیل کے وزیر خزانہ بننے کے بعد روپے کی قدر 118 روپے فی ڈالر تک پہنچ گئی۔ سابق گورنر اسٹیٹ بینک ڈاکٹر شمشاد اختر بطور نگران وزیر خزانہ روپے کی قدر کو کم کرتے ہوئے 128 روپے تک لے گئی تھیں مگر سب سے زیادہ گراوٹ موجودہ حکومت کے دور میں دیکھی گئی ہے، اور روپے کی قدر 57 روپے تک کم ہوئی ہے۔

موجودہ مشیرِ خزانہ شوکت ترین یہ اعتراف تو کرتے ہیں کہ روپے کی قدر میں سٹے بازی کی جارہی ہے مگر اس کے

کہا جاتا ہے کہ روپے کی قدر میں کمی سے ملک پر غیر ملکی قرضوں کا بوجھ کئی گنا بڑھ جاتا ہے

باوجود اسٹیٹ بینک اور وفاقی حکومت اس سٹے بازی کے خلاف اقدامات اٹھانے سے قاصر نظر آتی ہیں۔ اسٹیٹ بینک نے شوکت ترین کے اس بیان کو زیادہ اہمیت نہیں دی۔

شوکت ترین کے مطابق روپے کی قدر 164 روپے فی ڈالر کے قریب ہونی چاہیے، سٹے باز ڈالر پر ایک بڑی رقم یعنی 10 سے 15 روپے لے جارہے ہیں۔ تاہم نہ اسٹیٹ بینک اور نہ ہی وزارتِ خزانہ اب تک ان سٹے بازوں کا پتا لگا پائی ہے اور نہ ہی ان کے خلاف کوئی کارروائی ہوئی ہے۔ کہیں ادویات، چینی اور آٹے کے بحران کے ساتھ ساتھ روپے کی ناقدری کے ذمہ دار بھی حکومت کا حصہ تو نہیں ہیں؟

### اسٹاک مارکیٹ

اسٹاک مارکیٹ کی صورتحال بھی متاثر کن نہیں اور مسلسل گراوٹ کی وجہ سے عوام سرمایہ کاری پر زیادہ منافع حاصل نہیں کرسکے۔

جنوری 2019ء میں کراچی اسٹاک ایکسچینج (کے ایس ای) 100 انڈیکس 37795 پوائنٹس کی سطح پر رہا جبکہ اگست میں انڈیکس 28764 پوائنٹس کی سطح پر آگیا تھا۔ تاہم جنوری 2020ء تک اسٹاک مارکیٹ کی صورتحال سنبھل گئی اور انڈیکس 43218 پوائنٹس کی سطح تک اوپر گیا مگر یہ تیزی زیادہ دیر برقرار نہ رہ سکی اور انڈیکس میں تیزی سے گراوٹ ہوئی اور مارچ 2020ء میں انڈیکس 27228 پوائنٹس کے ساتھ موجودہ حکومت کے دور میں اپنی کم ترین سطح پر دیکھا گیا۔

بعدازاں انڈیکس میں تیزی سے اضافہ ہونا شروع ہوا اور 15 جون 2021ء کو انڈیکس موجودہ حکومت کے دور میں اپنی بلند ترین سطح یعنی 48623 تک پہنچ گیا۔ یاد رہے کہ (24 مارچ 2017ء کو) 52318 پوائنٹس کے ساتھ گزشتہ حکومت نے اپنے دور کی بلند ترین سطح حاصل کی تھی، چنانچہ موجودہ حکومت کے دور کی بلند ترین سطح بھی اب تک گزشتہ حکومت کے دور کی بلند ترین سطح سے تقریباً 4 ہزار پوائنٹس کی کمی کا شکار رہی ہے۔

جیسے جیسے دسمبر کا مہینہ گزر رہا ہے، ویسے ویسے اسٹاک ایکسچینج رواں حاصل ہونے والے اضافے کو کھوتی چلی جارہی ہے۔ دسمبر 13 کو پاکستان اسٹاک ایکسچینج میں 519 پوائنٹس کا خسارہ ہوا جس کے بعد مارکیٹ 9 ماہ قبل والی حالت کی طرف لوٹ گئی ہے۔ ماہرین کے مطابق ٹیکسوں میں مجوزہ اضافے، روپے کی قدر میں مسلسل کمی اور اسٹیٹ بینک کی جانب سے بنیادی شرحِ سود میں متوقع اضافے کی وجہ سے اسٹاک ایکسچینج گراوٹ کا شکار ہے۔

کمپنیوں کی رجسٹریشن کے حوالے سے پاکستان اسٹاک ایکسچینج کے لیے مالی سال 2021 بہت خوش آئند رہا۔ رواں سال 32 کمپنیوں نے اسٹاک ایکسچینج کے ذریعے 80 ارب روپے کا سرمایہ حاصل کیا۔ ان میں وہ 8 نئی کمپنیاں بھی شامل ہیں جنہوں نے اسٹاک مارکیٹ میں اندراج کرواکر 20 ارب 17 کروڑ روپے کا سرمایہ اکٹھا کیا۔

پاکستان اسٹاک ایکسچینج میں کمپنیوں کی رجسٹریشن کے لیے سیکیورٹیز اینڈ ایکسچینج کمیشن نے گروتھ انٹرپرائز مارکیٹ بورڈ (جس کو 'جیم بورڈ' بھی کہا جاتا ہے) متعارف کروایا ہے۔ اس کے ذریعے چھوٹے اور درمیانے درجے کے کاروبار، نئی قائم ہونے والی کمپنیوں اور اسٹارٹ اپس کے لیے اسٹاک ایکسچینج کے دروازے کھل گئے ہیں۔ اب تک جیم بورڈ کے ذریعے دو کمپنیوں کی لسٹنگ ہوچکی ہے۔

اس کے علاوہ کمپنیوں کو حصص کی اوّلین عوامی فروخت کے بجائے اسٹاک ایکسچینج میں براہِ راست لسٹنگ کی سہولت بھی اسی سال متعارف کروائی گئی۔ جو کمپنیاں براہِ راست لسٹنگ سے اسٹاک ایکسچینج میں اپنا اندراج کروائیں گی انہیں 2

سال کے اندر اندر پاکستان اسٹاک ایکسچینج کے قواعد پر عمل کے حوالے سے چھوٹ ہوگی۔

ہمارے پڑوسی اور حریف ملک بھارت کی اسٹاک ایکسچینج کی کیپٹلائزیشن 3 ہزار ارب ڈالر سے بھی تجاوز کر چکی ہے اور اس میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ مگر پاکستان اسٹاک ایکسچینج میں گراوٹ روپے کی قدر میں گراوٹ کی وجہ سے بُری طرح متاثر ہوئی اور اسٹاک مارکیٹ کے انڈیکس کو کم ترین سطح سے اوپر آنے کے باوجود اس کی کیپٹلائزیشن ڈالر میں کم ترین سطح پر آ گئی۔

اسٹاک ایکسچینج کے مینیجنگ ڈائریکٹر فرخ ایچ خان کا کہنا ہے کہ روپے کی قدر میں کمی سے پاکستان اسٹاک ایکسچینج کی کیپٹلائزیشن پر منفی اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ مارکیٹ کیپٹلائزیشن جو 100 ارب ڈالر سے زائد ہو چکی تھی وہ کم ہو کر لگ بھگ 45 ارب تک پہنچ گئی ہے۔

## مانیٹری پالیسی

مانیٹری پالیسی کو سخت اور نرم کرنے کے عوام پر براہِ راست اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ جب روپے کی قدر کم ہو یا بین الاقوامی سطح پر خصوصاً ان اشیا کی قیمت میں اضافہ ہو جو پاکستان درآمد کرتا ہے تو دونوں صورتوں میں افراطِ زر پیدا ہوتا ہے۔ یعنی مقامی سطح پر قیمتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ مانیٹری پالیسی کمیٹی کے گزشتہ اجلاس میں بنیادی شرح سود میں ڈھائی فیصد کا اضافہ کیا گیا۔ اس امر کے پیچھے بنیادی مقصد بڑھتے ہوئے انفلیشن یعنی عام استعمال کی اشیا کی قیمتوں کو قابو میں رکھنا اور بڑھتے ہوئے کرنٹ اکاؤنٹ کے خسارے کو کنٹرول کرنا ہے۔ کرنٹ اکاؤنٹ کا خسارہ دراصل بڑھتے ہوئے تجارتی خسارے کی وجہ سے ہے۔

اسٹیٹ بینک کی جانب سے بنیادی شرح سود میں کیے جانے والے اضافے سے صنعتی پیداوار متاثر ہوگی کیونکہ اس عمل سے خام مال کی قیمت بڑھنے کا امکان ہے۔ دوسری جانب زراعت کی پیداوار میں کسی قسم کی کمی ہونے کی توقع نہیں ہے۔ چنانچہ مجموعی قومی پیداوار (جی ڈی پی) کی ترقی کے اہداف پر منفی اثرات مرتب نہیں ہوں گے اور ممکنہ طور پر جی ڈی پی کے 4 سے 5 فیصد کے ہدف کو حاصل کیا جا سکے گا۔

## کرنٹ اکاؤنٹ خسارہ

بڑھتا ہوا کرنٹ اکاؤنٹ خسارہ پالیسی سازوں کے لیے باعثِ تشویش بنا ہوا ہے۔ مالی سال کے ابتدائی 4 ماہ میں کرنٹ اکاؤنٹ خسارہ 5 ارب ڈالر سے تجاوز کر گیا اور اکتوبر میں ایک ارب 66 کروڑ ڈالر ریکارڈ کیا گیا۔ اس کی بڑی وجہ عالمی سطح پر اجناس اور خدمات کی درآمدات میں اضافہ ہے۔ اس اضافے کا بوجھ پاکستان روپے کی قدر پر بھی پڑا ہے۔

جیسے جیسے دسمبر کا مہینہ گزر رہا ہے، ویسے ویسے اسٹاک ایکسچینج رواں حاصل ہونے والے اضافے کو کھوتی چلی جا رہی ہے

## مالیات اور ٹیکس

حکومت کا مالیاتی خسارہ جی ڈی پی کے 0.8 فیصد کے برابر پہنچ گیا ہے جبکہ گزشتہ مالی سال کے اسی عرصے میں مالیاتی خسارہ جی ڈی پی کے 1.1 فیصد کے برابر تھا۔ شرح سود میں اضافے کے بعد مالیاتی خسارے میں مزید اضافہ متوقع ہے کیونکہ قرضوں پر واپسی کی رقم بڑھ جائے گی۔

حکومتی ٹیکسوں کی وصولی کی صورتحال حوصلہ افزا نظر آ رہی ہے۔ فیڈرل بورڈ آف ریونیو (ایف بی آر) کے ٹیکسوں کی وصولی نئے مالی سال میں ہدف سے 36.5 فیصد زائد رہی ہے۔ پیٹرولیم ڈیولپمنٹ لیوی اور نان ٹیکس محاصل میں 22.6 فیصد کی کمی کے باوجود یہ اضافہ دیکھا گیا۔

حکومت موجودہ مالی سال کا نظرثانی شدہ بجٹ پیش کرنے جا رہی ہے، اس دوران جون کے بجٹ میں رکھے گئے ترقیاتی بجٹ میں کٹوتی اور ٹیکسوں کی چھوٹ ختم کرنے کے لیے بل پارلیمنٹ میں پیش کیا جائے گا۔ اس منی بجٹ یا نظرثانی شدہ تخمینے میں 200 ارب روپے کے ترقیاتی بجٹ اور 50 ارب روپے کے حکومتی اخراجات میں کٹوتی کی جائے گی اور مختلف شعبہ جات میں دی جانے والی ٹیکس چھوٹ کو ختم کرتے ہوئے 700 ارب روپے کے اضافی محصولات جمع کرنے کی قانون سازی کی جائے گی۔ اس کے علاوہ انکم ٹیکس سلیب میں بھی تبدیلی کی جائے گی۔

اس منی بجٹ میں رئیل اسٹیٹ سیکٹر پر عائد انکم ٹیکس کی شرح کو بڑھایا جائے گا اور اس کا اطلاق 20 سے بڑھا کر 40 شہروں پر کیا جائے گا۔ ساتھ ہی ساتھ سیلز ٹیکس کی مد میں 350 ارب روپے اضافی جمع کرنے کے لیے اقدامات کیے جائیں گے، اس مقصد سے روزمرہ استعمال کی خوراک، اجناس اور اشیا پر سیلز ٹیکس کی شرح 17 فیصد کی جائے گی اور فون کالز پر ٹیکس میں 50 فیصد کا اضافہ کیا جائے گا۔

اطلاعات کے مطابق دودھ، بیکری مصنوعات، گوشت اور مرغی، سونے، موٹر سائیکل، برقی گاڑیوں اور موبائل فونز کی قیمتوں میں زبردست اضافہ ہوگا جس سے مہنگائی کا طوفان آ سکتا ہے۔

## آئی ایم ایف پروگرام کی واپسی

پاکستان کی عالمی مالیاتی ادارے (آئی ایم ایف) سے اسٹاف کی سطح پر پروگرام کی بحالی سے متعلق مذاکرات کامیاب ہو گئے ہیں اور آئی ایم ایف کے بورڈ سے اس کی حتمی منظوری ملنے کا انتظار کیا جا رہا ہے۔ مگر بورڈ میں جانے سے پہلے پاکستان کو معاشی سطح پر اقدامات کرنے ہوں گے، جن میں اسٹیٹ بینک کی خودمختاری کے قانون کی پارلیمنٹ سے منظوری، بجلی گیس اور دیگر یوٹیلٹی کے نرخوں میں اضافہ، مالیاتی اور ادارہ جاتی اصلاحات و دیگر ایسے اقدامات شامل ہیں جو بورڈ کے اجلاس سے پہلے مکمل کرنے ہوں گے۔ اس کے بعد ہی آئی ایم ایف کا بورڈ پاکستان کے لیے ایک ارب 6 کروڑ ڈالر کی قسط منظور کرے گا۔ اس طرح پاکستان کو ملنے والے فنڈز کی مجموعی رقم 3.027 ارب ڈالر ہو جائے گی۔ تاہم پاکستان کو غیر ملکی قرضوں کی واپسی کے حوالے سے بھی اقدامات کرنے ہوں گے۔

آئی ایم ایف نے ملکی جی ڈی پی کی ترقی کی شرح 4 فیصد تک رہنے کا امکان ظاہر کیا ہے۔ اس کے علاوہ آئی ایم ایف نے بجلی کی قیمتوں میں اضافے کے لیے دباؤ بھی ڈالا ہے اور سرکلر ڈیٹ کو ختم کرنے کے لیے سرکلر ڈیٹ مینجمنٹ پلان پر عمل کیا جائے تاکہ توانائی کی سپلائی چین کو ابھارا جائے۔

## پاک چین اقتصادی راہداری

پاک چین اقتصادی راہداری یا سی پیک سے جڑے منصوبے موجودہ حکومت کے قیام سے ہی سست رفتاری کا شکار ہے۔ یا یوں کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ پاکستان نے اس بڑے منصوبے کو بیک برنر پر ڈال دیا ہے۔ گزشتہ 3 برسوں

میں گوادر ایئر پورٹ کے علاوہ سی پیک سے جڑے کسی بڑے منصوبے کا سنگِ بنیاد نہیں رکھا جاسکا ہے۔ 51.3 ارب روپے کی لاگت سے بننے والے اس ایئر پورٹ کے لیے پاکستان 18.1 ارب روپے جبکہ بقیہ 33.8 ارب روپے چین فراہم کرے گا۔

اسد عمر کے مطابق سی پیک میں اب تک 29 ارب ڈالر کے منصوبوں پر سرمایہ کاری ہوئی ہے جس میں زیادہ تر سرمایہ کاری توانائی اور انفرااسٹرکچر کے شعبوں میں کی گئی۔ گزشتہ ماہ وزیرِ اعظم کے مشیر برائے تجارت عبدالرزاق داؤد کا کہنا تھا کہ ہم سی پیک کا نیا مرحلہ شروع کر رہے ہیں جس میں زراعت کا شعبہ اوّلین ترجیح ہوگی۔ مگر اس حوالے سے کن شعبہ جات میں تعاون کیا جائے گا؟ وہ یہ بتانے سے قاصر رہے۔

اپریل میں شائع ہونے والی ایک خبر کے مطابق سی پیک کے تحت اب تک بجلی کے 5320 میگا واٹ کے منصوبے لگائے جا چکے ہیں۔ جس کے نتیجے میں پاکستان میں ٹرانسمیشن کی صلاحیت سے زائد بجلی دستیاب ہوگئی ہے لہٰذا اس کی گنجائش کی ادائیگیوں اور پاور پلانٹس کے قرضوں کی واپسی کے لیے پاکستان اپنے اندر صلاحیت ہی پیدا نہیں کرسکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان نے چین کے ساتھ بجلی پلانٹس کی ادائیگیوں کے حوالے سے بات چیت شروع کردی ہے۔ اکتوبر 26 کو یہ بھی کہا گیا کہ اس حوالے سے پاکستان نے چینی بینکوں اور کمپنیوں سے بات کرنے کے بجائے براہِ راست چینی حکومت سے بات چیت کا فیصلہ کیا ہے۔

## ملکی قرضوں کا حجم

موجودہ مالی سال کے دوران 22 مئی تک روپے کی قدر میں ڈالر کے مقابلے میں بہتری نے ملکی قرضوں کے حجم پر مثبت اثرات مرتب کیے تھے اور وہ 87.6 فیصد سے کم ہو کر جی ڈی پی کے 83.5 فیصد حصے کے برابر تک کم ہوگئے تھے۔ مگر مالی سال کے آغاز پر روپے کی قدر میں تیزی سے گراوٹ سے یہ فائدہ تقریباً زائل ہو چکا ہے بلکہ روپے کی قدر تاریخ کی نئی کم ترین سطح پر پہنچنے کی وجہ سے قرضوں کا حجم 87.6 فیصد سے بھی تجاوز کر چکا ہے۔ اب اسٹیٹ بینک کی جانب سے بنیادی شرح سود میں 2.5 فیصد اضافے کے بعد پالیسی ریٹ 9.75 ہونے سے قرضوں پر سود میں بھی اسی شرح سے اضافہ ہوگا۔

اسٹیٹ بینک کے اعداد و شمار کے مطابق مالی سال 2021ء میں ملک کے مجموعی قرضے 47829 ارب روپے تک پہنچ چکے ہیں۔ جس میں ملکی قرضہ 26265 ارب روپے، بیرونی قرضہ 12432 ارب روپے، آئی ایم ایف کا قرضہ 1161 ارب روپے کی سطح پر آ گیا تھا۔ حکومت نے مقامی سطح پر بڑے پیمانے پر قرضے لیے جس سے سرکاری قرض میں مقامی کرنسی میں 86 فیصد اضافہ ہوا۔

بیرونی قرض میں 10.8 فیصد کی شرح سے اضافہ ہوا ہے اور یہ 86 ارب 40 کروڑ ڈالر کی سطح پر پہنچ گیا تھا۔ اپریل 2021ء میں پاکستان نے 2 ارب 50 لاکھ ڈالر کے یورو بانڈ کا اجرا کیا اور 2.1 گنا زیادہ پیشکش موصول ہوئی۔ یہ پاکستان کی طرف سے جاری ہونے والا قرض کا سب سے بڑا بانڈ تھا۔

مالی سال 2021ء میں حکومت نے 6.9 ارب ڈالر کا قرض واپس کیا جبکہ 2020ء میں 9 ارب ڈالر کا قرض واپس کیا گیا تھا۔ واضح رہے کہ غیر ملکی قرض پر 1.5 ارب ڈالر کا سود بھی ادا کیا گیا تھا۔

پاکستان کو اس سال 23 ارب ڈالر کے غیر ملکی زرِمبادلہ ذخائر کی ضرورت ہے (جو پاکستان کے مجموعی بیرونی قرض کے 38 فیصد حصے کے برابر ہے) تاکہ وہ اپنی غیر ملکی ادائیگیوں کو جاری رکھ سکے۔ اس مقصد سے پاکستان 12 ارب ڈالر ترسیلاتِ زر جبکہ بقیہ تقریباً 11 ارب ڈالر بیرونی مارکیٹ سے حاصل کرنے کا خواہشمند ہے۔ مگر اس قرض سے پہلے پاکستان کے لیے آئی ایم ایف کے پروگرام کی منظوری ضروری ہے۔ آئی ایم ایف سے منظوری ملنے کے بعد پاکستان اپنی زرِمبادلہ کی طلب کو پہلے سستے قرضے فراہم کرنے والے اداروں مثلاً عالمی بینک، ایشیائی ترقیاتی بینک اور دیگر مالیاتی اداروں سے رجوع کرے گا۔

اس کے علاوہ پاکستان تقریباً 3 ارب 50 کروڑ ڈالر کے مساوی سکوک اور پانڈا بانڈز یورپی اور چینی مارکیٹ میں جاری کرے گا۔ پاکستان پہلے یورپی مارکیٹ میں سکوک جاری کرے گا جس کے چند ماہ بعد چینی مارکیٹ میں پانڈا بانڈز جاری کرے گا۔ اس سے قبل رواں سال کے آغاز پر پاکستان 3 ارب 50 کروڑ ڈالر کے یورو بانڈز جاری کرچکا ہے۔ یاد رہے کہ واپڈا نے بھی براہِ راست عالمی منڈی سے 50 کروڑ ڈالر کا گرین بانڈ جاری کیا تھا۔

مگر یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ پاکستان کی قرض واپس کرنے کی صلاحیت پر عالمی ریٹنگ ایجنسیاں کیا کہتی ہیں۔ پاکستان سرمایہ کاری سے متعلق درجہ بندی میں چھٹے درجے سے بھی نیچے ہے جس کی وجہ سے اس کو عالمی منڈی میں زائد شرح سود پر قرض لینا ہوگا۔

## فنانشل ایکشن ٹاسک فورس

عالمی سطح پر مالیاتی نظام کو دستاویزی صورت دینے اور اس میں شفافیت پیدا کرنے کے لیے فنانشل ایکشن ٹاسک فورس (ایف اے ٹی ایف) قائم کی گئی ہے اور پاکستان اس کے ایشیا پیسفک گروپ کا ممبر ہے۔

ایف اے ٹی ایف اپنے ہر رکن ملک کو منی لانڈرنگ، دہشتگردی کی مالی معاونت اور مالیاتی نظام میں خامیوں کو دُور کرنے کے حوالے سے چند نکات پر عملدرآمد کے لیے کہتا ہے۔ جو رکن ملک تمام نکات پر عمل کرتے ہیں انہیں سفید فہرست کا حصہ بنایا جاتا ہے جبکہ جن ملکوں کے نظام میں کسی حد تک کمی ہو تو ان کا نام گرے لسٹ میں درج کردیا جاتا ہے۔ 2018ء میں پاکستان کو ایف اے ٹی ایف کی گرے لسٹ میں ڈال دیا گیا تھا۔

جب پاکستان ایف اے ٹی ایف کی گرے لسٹ کا حصہ بنا تو موجودہ وزیرِ اعظم نے اس وقت کی حکومت پر کڑی تنقید کی مگر وزیرِ اعظم بننے کے 3 سال بعد بھی پاکستان وہیں کھڑا ہے جہاں 2018ء میں تھا یعنی تا حال گرے لسٹ میں شامل ہے۔

ایف اے ٹی ایف کے ایکشن پلان کے کُل 34 نکات تھے۔ جن میں سے باقی رہ جانے والے 7 نکات میں سے 4 نکات پر پاکستان مقررہ ٹائم لائن سے قبل عمل درآمد کرنے میں کامیاب رہا، بقیہ 3 نکات پر کام جاری ہے۔ یاد رہے کہ پاکستان نے ترمیم شدہ میوچل لیگل اسسٹنٹ ایکٹ پاس کرلیا ہے۔ اینٹی منی لانڈرنگ اور انسدادِ دہشتگردی فنانسنگ کے حوالے سے غیر بینکاری مالیاتی اداروں کی نگرانی، بینیفیشل اونرشپ کی معلومات کی فراہمی میں شفافیت پر کام مکمل ہوگیا ہے۔ 2021ء کے ایکشن پلان میں منی لانڈرنگ مقدمات کے حوالے سے پیشرفت اور اقوامِ متحدہ کی دہشتگردوں سے متعلق فہرست میں شامل افراد کے اثاثوں کی ضبطگی بھی شامل ہے۔

موجودہ حکومت نے پاکستان میں معاشی اصلاحات کے لیے دستیاب وقت کو گنوا دیا ہے۔ حکومت کو اقتدار میں آئے 3 سال ہوگئے ہیں مگر تا حال عوام معیشت میں بہتری، تنخواہوں میں اضافے، علاج کی بہتر سہولیات اور مہنگائی میں کمی کے خواب ہی دیکھ رہے ہیں۔

2021ء کو وزیرِ اعظم عمران خان کے بیانات کی روشنی میں دیکھیں تو یہ ترقی اور خوشحالی کا سال ہونا چاہیے تھا مگر وہ عوام کو ایک مؤثر ریلیف دینے میں بھی ناکام نظر آرہے ہیں۔ موجودہ معاشی منظرنامے کو مدِنظر رکھیں تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ پاکستان آئندہ سال یعنی 2022ء میں بھی ایسی ہی معاشی صورتحال کا شکار رہ سکتا ہے۔

(راجہ کامران شعبہ صحافت سے 2000ء سے وابستہ ہیں۔ اس وقت نیوٹی وی میں بطور سینئر رپورٹر فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ پرنٹ، الیکٹرانک اور ڈیجیٹل میڈیا میں کام کا تجربہ رکھتے ہیں)

## سٹی کونسل کے امیدوار کا قتل

**ڈیرہ اسماعیل خان** پولیس کا کہنا ہے کہ عمر خطاب شیرانی پر رات 12 بجے گھر کے باہر نامعلوم مسلح افراد نے فائرنگ کی جس سے وہ موقع پر ہی جاں بحق ہو گئے۔ پولیس کا بتانا ہے کہ عمر خطاب شیرانی کی لاش پوسٹ مارٹم کے لیے ٹراما سینٹر منتقل کر دی گئی ہے۔ ڈی آئی خان سٹی کونسل کی میئر شپ کے امیدوار عمر خطاب شیرانی کا تعلق عوامی نیشنل پارٹی سے تھا۔ دوسری جانب پارٹی کارکنان نے عمر خطاب شیرانی قتل کے خلاف دھرنا شروع کر دیا ہے اور ان کا کہنا ہے کہ دھرنا تب تک جاری رہے گا جب تک قاتلوں کو گرفتار نہیں کیا جاتا۔ پولیس نے ناکہ بندیاں سخت کر دی ہے اور جگہ جگہ ملزمان کی گرفتاری کے لیے چھاپے مارے جا رہے ہیں۔ ڈی پی او کا کہنا ہے کہ الیکشن منسوخی کے حوالے سے کوئی فیصلہ سامنے نہیں آیا تاہم منسوخ بھی ہو سکتا ہے۔

(نامہ نگار)

## سانحہ آرمی اسکول کے شہدا کی یاد میں تقریب

**حیدرآباد** سانحہ آرمی پبلک اسکول پشاور کے شہداء کی ساتویں برسی کے موقع پر حیدرآباد کی مختلف سیاسی و سماجی تنظیموں اور اسکول و کالجز کے طلباء کی جانب سے تقریبات کا انعقاد کر کے ریلیاں نکال کر پریس کلب کے سامنے تعزیتی کارنر قائم کئے گئے اور شہداء کی تصاویر پر پھول نچھاور کر کے اور شمعیں روشن کر کے انہیں خراج عقیدت پیش کیا گیا۔ اس حوالے سے ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کی جانب سے پریس کلب کے سامنے شہید بچوں کی تصاویر پر پھول نچھاور کیے اور شمعیں روشن کی گئیں، اس موقع پر ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کی اسٹنٹ کوارڈینیٹر غفرانہ آرائین نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ سانحہ آرمی پبلک اسکول پشاور دہشت گردی کا المناک واقعہ تھا جس میں اسکول کے معصوم بچوں نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر کے پورے ملک سے دہشت گردی کا خاتمہ کر دیا، دہشت گرد ملک کے عوام اور پاک فوج کے حوصلے پست کرنا چاہتے تھے لیکن آج پوری قوم دہشت گردی کے خلاف متحد کھڑی ہے۔ اس موقع پر ایچ آر سی پی کے سینئر میمبر لالہ عبدالحلیم شیخ، ڈاکٹر فصیح طارق خان، طارق حسین قریشی، ریاض احمد کلجی، فاضل چنہ اور آرون سمیت دیگر بھی موجود تھے۔

(نامہ نگار)

## معذوری سے متاثر بچے بھی ہمارے معاشرے کا حصہ ہیں

**حیدرآباد** 3 دسمبر 2021 کو معذوری سے متاثر افراد کے عالمی دن کے موقع پر اسپیشل بچوں کی حوصلہ افزائی کے لیے اسپیشل ایجوکیشن و بحالی سینٹر قاسم آباد حیدرآباد میں ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کی جانب سے تقریب منعقد کی گئی تقریب میں استاذہ کے علاوہ خصوصی بچوں نے شرکت کی۔ اس موقع پر ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کی اسٹنٹ کوآرڈینیٹر غفرانہ آرائین نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں معذوری کو جڑ سے ختم کرنے کے لیے اقدام کرنے ضرورت ہے۔ معذوری سے متاثر بچوں کو درپیش مسائل اجاگر کرنا اور معاشرے میں ان بچوں کی افادیت پر زور دینا ہے۔ انہوں نے کہا کہ معذوری سے متاثر افراد کا عالمی دن پاکستان سمیت دنیا بھر میں ہر سال 3 دسمبر کو منایا جاتا ہے۔ اقوام متحدہ میں معذوری سے متاثر افراد کی دادرسی کے لیے اس دن کو منانے کا فیصلہ 1992 میں کیا گیا تھا۔ پاکستان میں ایک لاکھ سے زائد افراد معذوری متاثر ہیں اور اس تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے اور اقوام متحدہ کے مطابق دنیا بھر میں اس وقت 65 کرورڑ کے قریب افراد کسی نہ کسی معذوری کا شکار ہیں۔ 2 کروڑ نومولود بچے ماؤں کی کمزوری اور دوسری وجوہات کی بنا پر پیدائش کے وقت معذوریوں کا شکار ہوتے ہیں جس پر ہمیں ریسرچ کی ضرورت ہے۔ اس موقع پر ایچ آر سی پی کی کونسل کے رکن سلیم جروار نے کہا کہ معذوریوں سے متاثر بچے بھی ہمارے معاشرے کا حصہ ہیں جنھیں توجہ اور اچھی تربیت سے ایک کارآمد شہری بنایا جا سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ معذوری سے متاثر بچوں کو اسپیشل بچے کہہ کر بلایا جائے اور ان سے احساس محرومی ختم کر کے انھیں ایسا اعتماد دیا جائے کہ جس سے انھیں آگے بڑھنے میں مدد مل سکے۔ انھوں نے خصوصی بچوں کے اداروں کے اساتذہ سے اپیل کی کہ وہ وہ نوکری سمجھ کر انکی تربیت نہ کریں بلکہ انھیں اپنے بچوں کی طرح سمجھ کر انکی تعلیم و تربیت کریں تاکہ وہ ملک اور قوم کی ترقی میں حصہ لیں۔ اس موقع پر ایڈوکیٹ تبسم رانی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ معذورویوں سے متاثر افراد کے عالمی دن کے سلسلے میں منعقدہ تقریبات میں ان کے کے لیے جدوجہد کرنے کا عزم کیا جائے اور ان کی مدد کے ذریعے ان کی زندگیوں میں رونقیں لوٹائی جا سکتی ہیں۔ انھوں نے کہا کہ سندھ حکومت کی جانب سے قانون سازی کی گئی ہے۔ اس قانون پر عمل کرانے کا وقت آچکا ہے۔ ہر ادارے کو چاہیئے کہ اس حوالے سے اپنا مثبت کردار ادا کریں تاکہ معذوریوں سے متاثر افراد کو سہولیات فراہم کی جا سکیں۔ ڈپٹی ڈائریکٹر سوشل ویلفیئر اینڈ اسپیشل ایجوکیشن منیر احمد بھٹی نے معذوریوں سے متاثر افراد کے حقوق پر روشنی ڈالی اور ان کے مسائل کو اجاگر کیا۔ ایچ آر سی پی کے ممبران نے فرداً فرداً بچوں سے ملاقات بھی کی۔ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کے ممبران نے سندھ حکومت سے اپیل کی کہ اسپیشل بچوں کے لیے میڈیکل کارڈ جاری کیا جائے اور ان کے سینٹرز بھی بڑھائے جائیں۔ اس موقع پر راقم الحروف سینئر ممبر لالہ عبدالحلیم شیخ، صحافی فاضل چنہ، آرون سمیت دیگر بھی موجود تھے۔

(لالہ عبدالحلیم شیخ)

## بھائیوں نے بہن کو قتل کر دیا

**پشاور** پشاور کے علاقے ریگی میں بھائیوں نے اپنی بہن کو ایک اجنبی مرد سمیت فائرنگ کر کے قتل کر دیا۔ پولیس نے نعشوں کو تحویل میں لیکر پوسٹمارٹم کیلئے مردہ خانہ منتقل کر دیا۔ مدعی عمر زرین ولد زرین خان سکنہ سفید سنگ حال باچہ ڈاگ نے پولیس کو بتایا کہ اس کا بھائی عمران عمر 35 سال گھر سے نکل کر بازار کی طرف جا رہا تھا کہ باچہ گلی ڈاگ کے علاقے میں ملزم بلال، صابر اور کشمیر نے ان پر اندھا دھند فائرنگ کر دی جسکے نتیجے میں وہ شدید زخمی ہو گیا اسے تشویشناک حالت ہسپتال منتقل کیا جا رہا تھا کہ راستے میں دم توڑ گیا۔ پولیس کے مطابق ملزمان نے بعد میں اپنی بہن مسماۃ (ف) عمر 27 سال کو بھی فائرنگ کر کے قتل کر دیا اور ارتکاب جرم کے بعد فرار ہو گئے۔ پولیس نے جائے وقوعہ سے فائر ہونے والے خالی خول برآمد اور مدعی کے بیانات قلمبند کر کے ملزموں کے خلاف مقدمہ درج کر لیا۔ ریگی پولیس نے دہرے قتل کی واردات کی ابتدائی تحقیقاتی رپورٹ تیار کر لی ہے۔ پولیس کے مطابق 6 یا 7 سال قبل مقتول عمران کا مقتولہ مسماۃ (ف) کے ساتھ تعلق تھا اور مقتول اس سے ملنے کے لئے اس کے گھر گیا تھا جس سے فریقین میں تنازعہ پیدا ہو گیا تھا، بعد میں مقامی افراد کی مداخلت پر معاملہ رفع دفع کر دیا تھا تاہم پولیس نے بتایا کہ اب مقتولہ کے بھائیوں نے جوان ہونے کے بعد 6 یا 7 سال بعد بدلہ لینے کیلئے عمران کو قتل کیا جبکہ بعد میں گھر آ کر اپنی بہن کو بھی گولیاں مار دیں۔ پولیس کی جانب سے مزید تفتیش جاری ہے۔

(نامہ نگار)

## ڈاکٹروں کی مبینہ غفلت مریضہ جاں بحق

ٹوبہ ٹیک سنگھ/رجانہ اوورسیز پاکستانیوں اور گورنر پنجاب کی اہلیہ کی نجی تنظیم کے زیرانتظام قائم نجی ہسپتال میں ڈاکٹرز کی غفلت کے باعث 2 ماہ موت کی کشمش میں مبتلا رہنے کے بعد جاں بحق ہونیوالی خاتون کے ورثاء کا ٹوبہ رجانہ روڈ پر نجی ہسپتال کے باہر احتجاجی کیمپ اور پریس کانفرنس۔ 'نجی ہسپتال کے ذمہ دار قاتل ڈاکٹرز اور عملہ کو فی الفور برطرف کر کے انکے خلاف کارروائی کی جائے'، مقتولہ کے ورثاء سمیت سینکڑوں مظاہرین کا مطالبہ ڈاکٹرز بھی انسان ہیں، غلطی ہونا خارج از امکان نہیں، مقتولہ کے ورثاء سے پوری ہمدردی ہے، متاثرین کے الزامات کی تحقیقات کیلئے انکوائری کمیٹی تشکیل دے دی گئی ہے ذمہ داران کے تعین کے بعد انکے خلاف بھرپور انضباطی کارروائی ہوگی، کوشش ہوگی آئندہ ایسا کوئی واقعہ پیش نہ آئے۔

### نجی ہسپتال کے میڈیکل سپرنٹنڈنٹ ڈاکٹر علی کامل کا موقف

تفصیلات کی مطابق ٹوبہ رجانہ روڈ پر واقع نجی ہسپتال کے باہر قائم احتجاجی کیمپ میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مقتولہ کی بیٹی، بیٹا اور دیگر ورثاء نے بتایا کہ دو ماہ قبل رجانہ کی رہائشی 52 سالہ رخسانہ کوثر نامی خاتون کو اچانک پیٹ میں معمولی درد کے باعث ٹوبہ روڈ پر اوورسیز پاکستانیوں اور گورنر پنجاب کی اہلیہ پروین سرور کی نجی تنظیم کے زیرانتظام قائم نجی ہسپتال میں لایا گیا جس پر عائشہ ممتاز نامی ڈاکٹر نے الٹراساؤنڈ کے بعد معمولی آپریشن کرنا کا کہا، دوران آپریشن مریضہ کی حالت بگڑ گئی، اس دوران نجی ہسپتال کے متعدد ڈاکٹرز دو روز مریضہ پر تجربات کرتے رہے بالآخر تیسرے روز ڈاکٹرز نے نجی ہسپتال میں نامکمل سہولیات کے باعث مریضہ کو کسی بڑے شہر کے بڑے ہسپتال میں لے جانے کیلئے ریفر کر دیا، ورثاء مریضہ کو تشویشناک حالت میں لاہور کے ایک نجی ہسپتال میں لے گئے جہاں مختلف میڈیکل ٹیسٹس کے بعد انکشاف ہوا کہ رجانہ کے نجی ہسپتال کے ڈاکٹرز کی نااہلی غفلت اور لاپرواہی کے باعث آپریشن کے دوران پیٹ کے اندر رہ جانے والے تولیہ کے باعث زہریلہ انفیکشن بُری طرح پیٹ کے اندر پھیل گیا تھا اور چھوٹی آنت اور گردہ بُری طرح متاثر ہو چکا ہے۔

اس دوران یہ بھی انکشاف ہوا کہ رجانہ کے نجی ہسپتال میں آپریشن کے دوران نکالے گئی طبی نمونوں کو نہ ہی بائے اوپسی ٹیسٹ کیلئے بھجوایا گیا نہ ہی مریضہ کے ورثاء کے حوالے کیا گیا اور نکالی ہوئی یوٹرس آج تک غائب ہے جس کی بابت مریضہ کے ورثاء نے متعدد بار ڈاکٹرز سے ڈیمانڈ کی مگر کوئی تسلی بخش جواب نہ ملا، اس دوران گورنر پنجاب کی اہلیہ نجی تنظیم سرور فاؤنڈیشن کے چیئرپرسن پروین سرور نے ورثاء سے رابطہ کر کے انکے نجی ہسپتال کے ڈاکٹرز کی غفلت کا اعتراف کرتے ہوئے مریضہ کو یونیورسٹی آف لاہور ہسپتال شفٹ کر کے اپنے خرچہ پر علاج معالجہ کرنے کی تسلی دی، مگر چند ہی دنوں بعد مریضہ کو یونیورسٹی آف لاہور کے ہسپتال میں بے یار و مددگار چھوڑ دیا اور مریضہ کے 2 ماہ میں 4 آپریشنز ہوئے جس کا سارا خرچ تقریباً 10 لاکھ روپے مریضہ کے غریب ورثاء خود اٹھانے پر مجبور ہوئے مگر پھر بھی مریضہ رخسانہ کوثر جانبر نہ ہوسکی اور بالآخر دو ماہ زندگی اور موت کی کشمش میں مبتلا رہنے کے بعد گزشتہ دنوں یونیورسٹی آف لاہور میں دم توڑ گئی۔ ورثاء کا کہنا تھا کہ سب سے افسوسناک امر یہ ہے کہ نجی ہسپتال کے ڈاکٹرز کی نااہلی، لاپرواہی اور غفلت کے باعث مریضہ کی موت واقع ہونے کے بعد بھی نجی ہسپتال کا کوئی ذمہ دار اظہار افسوس یا فاتحہ خوانی کیلئے ان تک نہیں پہنچا۔ انکا کہنا تھا کہ نجی ہسپتال کے ڈاکٹرز انکی مریضہ کے قاتل ہیں اور وہ انکے خلاف کارروائی کیلئے ہر حد تک جائیں گے اور انصاف لے کے رہیں گے۔ اس موقع پر احتجاج میں شامل مظاہرین کے بڑی تعداد نے نجی ہسپتال کی انتظامیہ اور ڈاکٹرز کیخلاف بینرز اور کتبے اٹھا رکھے تھے جن پر انکی مریضہ کے قتل کے ذمہ داران کیخلاف کارروائی کے مطالبات درج تھے، انکا کا یہ بھی کہنا تھا کہ اگر ہیلتھ کیئر کمیشن اور حکومت وقت نے انہیں انصاف فراہم نہ کیا تو انصاف کیلئے وہ ہائیکورٹ اور سپریم کورٹ کا دروازہ بھی کھٹکھٹائیں گے۔

ان کا کہنا تھا اوورسیز پاکستانیوں کے فنڈز سے قائم یہ نجی ہسپتال علاقہ کیلئے رحمت نہیں زحمت بن چکا ہے۔ اس بابت موقف کیلئے جب نجی ہسپتال کے میڈیکل سپرنٹنڈنٹ ڈاکٹر علی کامل سے رابطہ کیا گیا تو ان کا کہنا تھا کوئی بھی ڈاکٹر جان بوجھ کر کسی مریض کی جان نہیں لیتا۔ انہوں نے اعتراف کیا کہ ڈاکٹر بھی انسان ہیں اور ڈاکٹرز کی غلطی خارج از امکان نہیں اور انہیں رخسانہ کوثر کی موت پر بہت دکھ اور افسوس ہے اور انہیں انکے ورثاء سے پوری ہمدردی ہے اور ان کے مطالبات پر معاملہ کی تحقیقات اور ذمہ داران کے تعین کیلئے انکوائری کمیٹی تشکیل دے دی ہے جو نہی حقائق سامنے آتے ہیں ذمہ داران کیخلاف ضرور انضباطی کارروائی عمل میں لائی جائے گی۔

(اعجاز اقبال)

## اہلیانِ چمن مصنوعی قلت کی شکار

چمن چمن کے غریب عوام اس وقت شدید مصنوعی مہنگائی سے دوچار ہے حکمران خصوصی ریلیف کا انتظام کریں۔ غریب مرکزی انجمن تاجران رجسٹرڈ چمن کے صدر احمد خان اور جنرل سیکرٹری صاحب جان نے بتایا کہ چمن میں مصنوعی مہنگائی کا طوفان انتظامیہ کنٹرول کرنے میں بری طرح ناکام ہوچکی ہے مرکزی انجمن تاجران رجسٹرڈ چمن کے وفد سے ملاقات میں کور کمانڈر کی یقین دہانی کے باوجود بھی بارڈر سے لائے جانے والے اشیاء خورد و نوش کے ان تمام آئٹمز پر بدستور پابندی ہے۔ انہوں نے کہا کہ افغانستان سے مال مویشی پر پابندی کی وجہ سے اس وقت چمن چھوٹا گوشت کی فی کلو 1100 روپے میں ملتی ہے جبکہ 5 کلومیٹر کے فاصلے پر بارڈر کے علاقے میں چھوٹا گوشت 700 میں میسر ہے اسی طرح ایل پی جی کے فی کلو چمن 220 میں جبکہ بارڈر 110 میں ملتا ہے اسی تناظر میں اگر لکڑی کا موازنہ کیا جائے ایک من لکڑی بارڈر میں 400 میں جبکہ چمن میں لکڑی کا ایک من 900 روپے فروخت کیا جاتا ہے گھاس کی قیمت بارڈر 470 میں جبکہ میں فی من 950 روپے میں فروخت کیا جاتا ہے۔ جو کہ غریب عوام کے پہنچ سے دور ہے۔ انہوں نے حکومت سے اپیل کی کہ وہ ہمارے ساتھ کیے گئے وعدوں کی پاسداری کرتے ہوئے بارڈر پر چمن کے عوام کیلئے اشیاء خورد و نوش اور دیگر ضروریات زندگی کے سامان جیسے لکڑی، گھاس، گیس، مال مویشی کی ترسیل پر پابندی میں نرمی لائیں تاکہ چمن کے عوام کو اس مصنوعی مہنگائی سے چھٹکارا مل جائے۔

(محمد صدیق)

## انکم سپورٹ پروگرام میں بدنظمی

ٹنڈو محمد خان ٹنڈو محمد خان میں انکم سپورٹ پروگرام سے مستحقین کے نام غائب ہونے کے خلاف مستحق بزرگ اور بیواہ خواتین نے احتجاجی مظاہرہ کیا۔ انہوں نے اپنے ناموں کے دوبارہ اندراج کا مطالبہ کیا ہے۔ تفصیلات کے مطابق انکم سپورٹ پروگرام سے ماہوار وظیفہ حاصل کرنے والی مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والی بزرگ اور بیوہ خواتین نے پریس کلب کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہم انکم سپورٹ پروگرام سے وظیفہ حاصل کرتے تھے لیکن اس ماہ ہماری رقم نہیں آئی اور ڈوائس ہولڈرز کا کہنا ہے کہ آپ کے نام خارج ہوگئے ہیں آپ کے پیسے نہیں آئے۔ مستحق خواتین نے مطالبہ کیا ہے کہ ان کے ناموں کا دوبارہ اندراج کیا جائے تاکہ ان کے چولہے نہ بجھیں۔

(رمضان شورو)

## 8 سالہ بچے کا بیدردی سے قتل

**حیدرآباد** ریجنل کوآرڈینیٹر ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان ڈاکٹر امداد چانڈیو کی قیادت میں کانھا کمار کے گھر بیرلو ضلع خیرپور میں انکے غمزدہ چاچا بھگوان داس اور مکھی جیسرام سے تعزیت کی گئی۔ زیادتی کے بعد بیدردی کے ساتھ قتل کیئے گئے 8 سالہ کانھا کمار کے محلے میں خاموشی چھائی ہوئی تھی اور گلیوں میں کوئی ایک بھی بچہ نظر نہیں آیا۔ڈاکٹر امداد چانڈیو کے استفسار پر رنج و غم میں مبتلا خاندان کا کہنا تھا کہ اس المیہ کا انکی اقلیت ہونے سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ درندگی ایک وحشی صفت آدمی کا عمل ہے جس سے کسی کے بھی معصوم بچے محفوظ نہیں۔مکھی جسیرام نے بتایا کہ عمائدین شہر، عام لوگوں اور خاص طور پر وکلاء کا اس سانحے پر بھرپور تعاون اور رہنمائی حاصل ہے۔ بچے کے چچا کا کہنا تھا کہ ہم اس ملک اور دھرتی کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں اور انتظامیہ، سیاسی قیادت اور عدلیہ سے انصاف کی توقع کرتے ہوئے اس ظالم کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کا مطالبہ ہیں۔ڈاکٹر امداد چانڈیو نے انہیں ایچ آر سی پی طرف سے ہر ممکن مدد اور اس بہیمانہ قتل کو اربابِ اختیار کے سامنے رکھنے کی یقین دہانی کرائی۔کانھا کمار کے والد صدمے کی وجہ سے ملنے سے قاصر تھے۔اس موقع پر پروفیسر فیاض رضا چانڈیو بھی ساتھ تھے۔

(لالہ عبدالحلیم شیخ)

## خواجہ سراؤں کو بینکوں سے قرضے دینے کا مطالبہ

**حیدرآباد** "انسانی حقوق کے لئے کام کرنے والی سماجی تنظیموں کے رہنماؤں، وکلاء اور صحافیوں نے مطالبہ کیا ہے کہ حکومت مالی امداد اسکیموں میں خواجہ سراؤں اور گداگروں کو حکومتی مالی امداد اسکیموں میں شامل کر کے بینکوں سے بلاسود قرضے دیئے جائیں تا کہ وہ اپنا کاروبار کر کے معاشرے میں عزت کا مقام حاصل کر سکیں، خواجہ سراؤں کی فلاح و بہبود اور ان کے حقوق کے حوالے سے بنائے گئے قوانین پر عمل کیا جائے۔11 نومبر کو ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کی جانب سے "خواجہ سراء اور پاکستان میں انکے حقوق" کے عنوان سے ایک پروگرام کا انعقاد کیا گیا۔اس موقع پر ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کے ریجنل کوآرڈینیٹر پروفیسر امداد چانڈیو نے کہا کہ پاکستان کے آئین میں سب کے برابری کے حقوق تسلیم کئے گئے ہیں لیکن خواجہ سراؤں (خسرون) کو جنس کی بنیاد پر معاشرے میں عزت نہیں ملتی یہاں تک کہ انہیں حکومت کی سطح پر مالی امداد میں بھی نظر انداز کیا جاتا ہے۔ خواجہ سراء ثناء فقیر نے کہا کہ ہمارے حقوق کے لیے 2018 میں قانون تو بنایا گیا ہے، لیکن اس پر عمل ہی نہیں کیا جا رہا ہے انہوں نے کہا کہ خواجہ سراؤں کے لیے نوکریوں میں 5 فیصد کوٹہ مخصوص ہے، لیکن افسوس ہم سے کوئی آفیسر ملنے کے لیے تیار ہی نہیں ہوتا، یہاں تک کے بینک، سمیت مختلف جگہوں پر موجود قطاروں میں عورتیں اور مرد کھڑے ہونے کے لئے تیار نہیں ہیں۔مجبوراً ہم بھیک مانگنے پر مجبور ہوتے ہیں۔گرو اشرف سئیانے کہا کہ آئین میں تو سب انسان برابر ہیں، لیکن معاشرے میں ہمیں انسان ہی نہیں سمجھا جاتا اگر حکومت خواجہ سراء فقیروں کی مدد کرے تو خواجہ سراء بھیک مانگنا بند کر دیں گے۔انہوں مزید کہا کہ حکومت ہمیں اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے میں سنجیدہ ہے تو انہیں بلاسود کے قرض دے تا کہ ہم عزت والا کاروبار کر کے معاشرے میں اپنا مقام بنا سکیں۔سماجی رہنماء نازش فاطمہ نے کہا کہ ابھی تک سول سوسائٹی نے خواجہ سراؤں فقیروں کو قبول ہی نہیں کیا ہے یہاں تک کہ خواجہ سراؤں کے قاتلوں کو سزا ہی نہیں دی جاتی ہے ,انہوں نے کہا کہ سوشل ویلفیئر ڈپارٹمنٹ کی طرف سے مقرر ہوئے فنڈز بھی ان کی بھلائی کے لیے استعمال نہیں ہو رہے ہے، ایڈوکیٹ محبّ آزاد لغاری نے کہا کہ خواجہ سراء کو تعلیم حاصل کر کے کاروبار کی جانب جانا ہوگا، تب ہی ان کی سوچ تبدیل ہوگی، ایڈوکیٹ اعجاز منگی نے کہا کہ معاشرے میں تبدیلی آرہی ہے، اب خواجہ سراء بھی تعلیم حاصل کر رہے ہیں حکومت کو ان کے کوٹہ پر عمل کرنا ہوگا، سماجی رہنماء شمیم اختر نے کہا کہ ہمارا ادارہ خواجہ سراؤں کو اپنے پروگرام شامل کیا ہے، جس میں انکوان کے حقوق سے آگاہ کیا جائے گا۔اس موقع پر اسسٹنٹ کوارڈینیٹر غفرانہ آرائین، سینئر ممبر لالہ عبدالحلیم شیخ، بلاول ناغڑ، صحافی ارشاد چنہ، فاضل چنہ، اشوک شرما، اعجاز چانڈیو، رومس بھٹی، ایڈوکیٹ سنجی کمار، فہمیدہ جونیجو، قیصر پروین، اور گورنمنٹ نذرت کالج میں فرسٹ ائیر کی طالبہ پنکی نے بھی خطاب کیا۔

(لالہ عبدالحلیم شیخ)

## اقلیتوں کے مسائل پر توجہ دینے کا مطالبہ

**حیدرآباد** مسیحی برادری کی مختلف تنظیموں کے رہنماؤں نے قومی اسمبلی میں دو ماہ قبل جبری شادیوں کے خلاف پیش کیے جانے والے بل کو پاس نہ کرنے اور دیگر مسائل کے حل کے لئے حیدرآباد پریس کلب کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا گیا اور بعد میں مسیحی برادری کے رہنماؤں پاسٹر منظور، پاسٹر غزالہ شفیق، پاسٹر سلیمان منظور، مکھی عالم چند اور دیگر نے حیدرآباد پریس کلب میں پریس کانفرنس کرتے ہوئے کہا کہ قومی اسمبلی سے جبری شادیوں کے خلاف پیش ہونے والے بل کو مسترد کرنا افسوسناک عمل ہے جس کی ہم سخت الفاظ میں مذمت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ آئین کے آرٹیکل 189 کے تحت شادی کو مذہب نہیں بلکہ سوشل مسئلہ قرار دیا جا چکا ہے جبکہ 1927ء کے دوران انگریز کے دور میں بھی مسلمان خود چھوٹی عمر کے بچوں کی شادیوں کے خلاف بل پیش کر چکے ہیں جبکہ یہی بل آج پاکستان کے دور میں پیش کیا گیا تو ملک کی مذہبی وزارت نے اس بل کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ یہ وقت بل پاس کرنے کا نہیں ہے اور یہ بل پاس ہونے سے فائدہ نہیں بلکہ نقصان ہوگا اور مذہبی وزارت کی یہ بات ہماری سمجھ سے باہر ہے۔رہنماؤں نے مزید کہا کہ چھوٹی عمر میں لڑکیوں کا مذہب تبدیلی کے نام پر اغوا اور شادیاں کسی بھی طرح سے قانونی نہیں ہے بلکہ یہ غیر اخلاقی اقدام ہے۔

انہوں نے کہا کہ پاکستان میں رہنے والی مسیحی اور ہندو برادری پہلے ہی کئی مسائل کا شکار ہے اس پر مزید معصوم بچیوں کا جبری اغواء اور ان کی بچیوں سے شادی کا مسئلہ ناقابل برداشت ہو گیا ہے، انہوں نے کہا کہ پاکستان میں اقلیتی برادری کے نمائندوں کا انتخاب بھی ایک اہم مسئلہ ہے۔

(لالہ عبدالحلیم شیخ)

## چار سالہ بچے سے زیادتی، ملزم فرار

**متنی** پشاور کے علاقہ متنی مچوخیل میں درندہ صفت شخص نے 4 سالہ بچے کو اپنی ہوس کا نشانہ بنا دیا، بچے کی حالت غیر ہونے پر ملزم وقوعہ سے فرار ہو گیا، پولیس نے میڈیکل رپورٹ کی روشنی میں مقدمہ درج کر کے ملزم کی تلاش شروع کر دی۔ مچوخیل کے رہائشی (ب) نے رپورٹ درج کراتے ہوئے متنی پولیس کو بتایا کہ میرا نواسہ 4 سالہ (س) گزشتہ روز روتے ہوئے گھر آیا جس نے پوچھنے پر بتایا کہ کلیم اللہ ولد سلیم خان نے اس کے ساتھ بدفعلی کی ہے جس کے بعد وہ فرار ہو گیا۔مدعی کے مطابق بچے کی حالت بہتر نہ ہونے پر اسے طبی امداد کیلئے لیڈی ریڈنگ ہسپتال منتقل کر دیا گیا ہے۔ دوسری جانب پولیس کا اس حوالے سے کہنا ہے کہ ملزم کلیم اللہ کیخلاف مقدمہ درج کر کے اس کی تلاش شروع کر دی گئی ہے۔

(مسعود شاہ)

## قاتلوں کی عدم گرفتاری کے خلاف احتجاج

نوشہروفیروز تفصیلات کے مطابق بیس روز قبل سید مراد شاہ بخاری میلے میں قتل ہونے والے نواحی گاؤں میرانپور کے رہائشی رٹائرڈ پرائمری ٹیچر سائیں خالد حسین پلھ قاتلوں کی عدم گرفتاری کے خلاف ورثہ و پلھ برادری کے سنکڑوں افراد نے نصرت کینال پل پڑعیدن پر ٹائرنزر آتش کر کے احتجاجی مظاہرہ کیا اور پل پر دھرنا دیکر پڑعیدن سے نوابشاہ، نوشہروفیروز، پھل سٹی، بھریارروڈ، سکھر سمیت دیگر شہروں کو جانے والی ٹریفک کو بلاک کردیا جس سے مسافروں سمیت شہریوں کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، مین روڈ کے دونوں اطراف گاڑیوں کی لمبی قطاریں لگ گئی، احتجاجی مظاہرہ و دھرنا سے خطاب کرتے ہوئے مصطفی پلھ، شاہد پلھ، ذکریا پلھ، شبیر پلھ، سمیت دیگر نے کہا کہ سائیں خالد پلھ کو میلے میں ملزمان نے بے دردی سے قتل کردیا تھا قتل کو بیس روز گزر گئیں ہیں مگر پولیس ملزمان کو گرفتار کرنے میں ناکام رہی ہے اور مسلسل ٹال مٹول سے کام لیا جارہا ہے، ہم آئی جی سندھ، ڈی آئی جی شہید بےنظیر آباد اور ایس ایس پی نوشہروفیروز عبدالقیوم پتافی سے مطالبہ کرتے ہیں کہ قاتلوں کو فی الفور گرفتار کیا جائے بصورت دیگر سخت احتجاج پر مجبور ہونگے۔

(الطاف حسین قاسمی)

## حکومتی نوٹیفکیشن کے مطابق اجرت نہ ملنے پر بھٹہ مزدوروں کا احتجاجی دھرنا

ٹوبہ ٹیک سنگھ حکومتی نوٹیفکیشن کے مطابق اجرت نہ ملنے پر بھٹہ مزدوروں نے شہباز چوک میں احتجاجی دھرنا دیا اور شدید نعرہ بازی کی۔ مظاہرین میں بھٹہ مزدور خواتین اور بچے بھی شریک تھے۔ مظاہرین نے ہاتھوں میں پلے کارڈ اور سرخ پرچم تھام رکھے تھے۔ احتجاجی دھرنے کی قیادت بھٹہ مزدور یونین کے ضلعی رہنما محمد شبیر اور سماجی ورکر فاروق طارق نے کی۔ احتجاجی مظاہرین نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ انہیں حکومتی نوٹفکیشن کے مطابق اجرت دلائی جائے۔ (اعجاز اقبال)

## 'عزت' کے تصور نے ایک اور جان لے لی

بہاولپور بہاولپور کی تحصیل یزمان کے چک نمبر 36 ڈی این بی میں 19 سالہ نوجوان کو ناجائز تعلقات کے شبہ میں جمشید امجد، زین منیر اور دو نامعلوم افراد نے قتل کردیا جبکہ پولیس نے مقتول کے والد ذوالفقار علی کی مدعیت میں مقدمہ درج کرلیا ہے۔

(خواجہ اسداللہ)

## 13 سالہ بچے کے ساتھ زیادتی کی کوشش کرنے والے دو ملزمان گرفتار

چارسدہ تھانہ شبقدر کی حدود میں 13 سالہ بچے کے ساتھ مبینہ زیادتی کی کوشش کرنے والے ملزمان کو گرفتار کرلیا گیا، ملزمان نے بچے پر پستول رکھکر دھمکایا تھا، وقوعہ میں استعمال ہونے والا پستول برآمد، ملزمان کے خلاف مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کر دی۔ تھانہ شبقدر کی حدود غریب آباد میں 13 سالہ بچے کے ساتھ زیادتی کی کوشش کی گئی تھی اور پستول رکھ کر دھمکایا تھا، ملزمان موقع سے فرار ہوئے تھے۔ تھانہ شبقدر میں ملزمان کے خلاف مقدمہ درج کیا گیا تھا۔ ایس ایچ او شبقدر اور دیگر نفری کے ہمراہ علاقہ میں ملزمان کی سرچ شروع کیا اور چند ہی گھنٹوں کی محنت کے بعد ملزم عبدالحمید سکنہ مردان اور سلمان سکنہ پشاور کو گرفتار کرلیا گیا، ملزمان سے آلہ خوف پستول 30 بور بھی برآمد کیا گیا ہے، ملزمان کو مزید کاروائی کے لئے تھانہ شبقدر منتقل کر کے تفتیش شروع کی گئی ہے۔ (خالد خان)

## ملازمین کی تنخواہوں کی عدم ادائیگی کے خلاف احتجاج

نوشکی میونسپل کمیٹی کے ملازمین کے تنخواہوں کی گزشتہ 6 ماہ سے عدم ادائیگی کے خلاف ملازمین نے گزشتہ 20 دنوں سے بطور احتجاج ہڑتال کر رکھی ہے، جس کی وجہ سے نوشکی شہر میں جگہ جگہ گندگی کے ڈھیر لگ گئے ہیں نالیاں بند ہونے کی وجہ سے نالیوں کا گندا پانی سڑکوں پر بہہ رہا ہے جس سے شہریوں کو مشکلات اور دشواریوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے صفائی نہ ہونے کی وجہ سے شہر میں بدبو اور تعفن محسوس ہو رہی ہے جس سے مختلف امراض پھیلنے کا خدشہ ہے عوامی سماجی حلقوں اور سیاسی جماعتوں کے نمائندوں نے صوبائی حکومت سے مطالبہ کیا میونسپل کمیٹی کے ملازمین کے تنخواہیں اور نان سیلری گرانٹ فوری طور پر ریلیز کی جائے میونسپل کمیٹی کے ملازمین اپنے مطالبات کے حق میں احتجاجی مظاہرے بھی کر رہے ہیں۔

(محمد سعید بلوچ)

## ایک اور نوجوان قتل

میانوالی تفصیلات کے مطابق میانوالی سٹی میں وتہ خیل روڈ سے گزرتے ہوئے باسط پڑولم کے نزدیک نامعلوم افراد نے فائرنگ کر کے فیصل خان نامی نوجوان کو قتل کردیا۔ فیصل خان کی پرانی دشمنی تھی لیکن اس میں راضی نامہ ہو چکا تھا یاد رہئے فیصل خان میڈیسن کمپنی میں میڈیکل ریپ تھا پولیس نے مقدمہ درج کرلیا ہے اور تفتیش جاری ہے۔

(محمد رفیق)

## سب انسپکٹر کو فائرنگ کر کے قتل کردیا

لکی مروت پولیس کا کہنا ہے کہ نامعلوم موٹرسائیکل سواروں کی فائرنگ سے خان بہادر سب انسپکٹر آئی بی موقع پر جاں بحق ہوگئے۔ موٹر سائیکل سوار فرار ہوگئے۔ سب انسپکٹر آئی بی خان بہادر پر مچن خیل اڈہ لکی مروت میں فائرنگ کی گئی۔ دوسری جانب پولیس نے علاقے کو گھیرے لے کر ملزمان کی تلاش شروع کردی ہے۔

(محمد ظاہر شاہ)

## معذوریوں سے متاثر افراد کے ساتھ اظہارِ یکجہتی کا عالمی دن

ٹنڈو محمد خان معذوریوں سے متاثر افراد نے اپنے عالمی دن پر ٹنڈو محمد خان میں نے مختلف محکموں میں معذور کوٹا کے مطابق نوکریاں نہ ملنے کے خلاف پریس کلب کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا۔ انہوں نے جھد حق کے نمائندے سے بات کرتے ہوئے کہا کہ صوبائی اور وفاقی محکموں میں مقرر 2% فیصد کوٹہ پر عمل نہیں کیا جاتا۔ ان کا کہنا تھا کہ ہم 2008 سے معذور کوٹہ پر عمل نہ ہونے اور حقیقی معذوریوں سے متاثر افراد کو سرکاری محکموں میں نوکریاں نہ ملنے کے خلاف احتجاج کر رہے ہیں لیکن یہاں کے منتخب نمائندوں نے ان کے مسائل پر توجہ نہیں دی۔ انہوں نے کہا کہ معذوریوں سے متاثر افراد کو سرکاری اور نجی محکموں میں کوٹہ کے مطابق نوکریاں دے کر انصاف کیا جائے۔

(رمضان شورو)

# ☆انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے واقعات کی رپورٹ

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| 1-وقوعہ کیا تھا: | | | | | | | |
| 2-وقوعہ کب ہوا؟ | سال | | | | مہینہ | | تاریخ |
| | | | | | | | |

| | | |
|---|---|---|
| 3-وقوعہ کہاں ہوا؟ | گاؤں | محلّہ |
| | ڈاک خانہ | تحصیل وضلع |
| 4- کیا وقوعہ کا مقامی رسم ورواج سے تعلق ہے | ہاں | نہیں |
| 5-وقوعہ کیسے ہوا؟ (مختصر تفصیل) | | |

6-وقوعہ کا ماضی کے کسی دوسرے واقعہ سے تعلق اور اس کی مختصر تفصیل

| | | | |
|---|---|---|---|
| 7-وقوعہ کا شکار ہونے والے کے کوائف | نام | ولد / زوجہ | پیشہ |
| | | | |

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| 8-وقوعہ سے متاثر ہونے والے کے معاشی / سماجی حیثیت | بچہ / بچی | عورت / مرد | غریب / ان پڑھ | بوڑھا / بوڑھی | بیمار |
| | مخالف سیاسی کارکن | سماجی کارکن | اقلیتی فرقے کارکن | دیگر (تخصیص کریں) | |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| 9-وقوعہ میں ملوث اشخاص کے کوائف: | نام | ولدیت / زوجیت | عہدہ | پیشہ |
| | 1- | | | |
| | 2- | | | |
| | 3- | | | |

| | | | |
|---|---|---|---|
| 10-وقوعہ کے ذمہ دار فرد / افراد کی معاشی / سماجی حیثیت | بڑا جاگیردار / زمیندار / بہت امیر آدمی | متوسط طبقے سے / غریب آدمی | بااثر صلاحیت / سیاسی اثر ورسوخ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| 11-وقوعہ کی پشت پناہی کرنے والے عناصر کے کوائف | نام اور ولدیت | عہدہ | پیشہ | پارٹی / ادارہ |
| | 1- | | | |
| | 2- | | | |
| | 3- | | | |

12-وقوعہ سے متعلقہ فریقین گواہان وغیر جانبدار افراد کے کوائف وموقف

| وقوعہ سے تعلق | نام اور ولدیت | وقوعہ سے متاثر ہونے والے کے ساتھ تعلق / رشتہ داری | عہدہ | موقف |
|---|---|---|---|---|
| واقعہ سے متاثر | | | | |
| واقعہ کا ذمہ دار | | | | |
| چشم دید گواہ | | | | |
| غیر جانبدار / پڑوسی | | | | |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| 13-اس قسم کے واقعات علاقہ میں کس قدر ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں | بہت زیادہ | اکثر اوقات | کبھی کبھار | کبھی نہیں |
| 14-اس قسم کے واقعات اندازاً کتنی تعداد میں ہوتے ہیں | روزانہ | ماہانہ | سالانہ | |

15-وقوعہ کے بارے میں HRCP نامہ نگار / اس کے ساتھ چھان بین کرنے والے / والوں کی رائے

| | | | |
|---|---|---|---|
| رپورٹ بھیجنے والے کے کوائف: | نام | پتہ: گاؤں / محلّہ | شہر / ضلع |
| | | | |

| |
|---|
| انسانی حقوق کے عالمی منشور کی کس شق کی خلاف ورزی ہوئی؟ |
| |

دستخط: ..............................................................

تاریخ: ..............................................................

نوٹ: اگر تفصیلات فارم پر نہ آ سکیں تو نمبر لکھ کر سادے کاغذ پر تفصیل درج کریں

☆تمام ساتھی جو انسانی حقوق کے حوالے سے رپورٹیں بھیجتے ہیں آئندہ اس فارم کی فوٹو کاپی پر کوائف پُر کر کے بھیجیں

Human Rights Commission of Pakistan
جہدِ حق

# انسانی حقوق کا عالمی منشور

## 72 برس

اظہارِ لاتعلقی: براہِ مہربانی نوٹ کرلیں کہ فریڈرک نومان فاؤنڈیشن فار فریڈم (ایف این ایف) کا جہدِ حق کے متن سے مُتفق ہونا ضروری نہیں۔ لہٰذا، جہدِ حق میں شامل مواد و خیالات کی ذِمہ داری کسی طور پر بھی ایف این ایف پر عائد نہیں کی جا سکتی۔

اظہارِ تشکّر: جہدِ حق کی اشاعت کے لیے فریڈرک نومان فاؤنڈیشن فار فریڈم (ایف این ایف) نے مالی معاونت کی ہے جس کے لیے ایچ آر سی پی، ایف این ایف کا انتہائی مشکور ہے۔

پبلشر: ندیم فاضل: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق
''ایوان جمہور'' 107۔ ٹیپو بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن، لاہور
فون: 35838341-35864994 فیکس: 35883582
ای میل hrcp@hrcp-web.org ویب سائٹ: www.hrcp-web.org
پرنٹر: مکتبہ جدید پریس، 14 ایمپرس، لاہور Registered No. LRL-15